ب اس پتہ سے بھی ملتی ہے ۔ محمد عبد العلیم صاحب مالک مطبع مجتبائی ۔ دہلی ۔۔۔ ۔۔ ۔۔

[illegible] ربانی [illegible]

الحمد للہ والمنۃ کہ اس رسالہ

متبرکہ مین حضرت مصنف علیہ الرحمۃ

نے بجواب خط آفندی اسمٰعیل بن عبد اللہ الرومی ثم المدنی بین

اقوال شیخ اکبر قائل الوحدۃ الوجود و اقوال شیخ مجدد قائل

وحدۃ الشہود کے باحسن الوجوہ تطبیق دی ہے جو حضرات صوفیہ

کے دیکھنے کے قابل ہے ۔ المعروف بمکتوب مدنی معہ ترجمہ اردو ملقب

فیصلہ وحدۃ الوجود و الشہود

مصنفہ حضرت مجتہد الشریعت مجدد الطریقت ولی نعمت حکیم امت

مصطفویہ جد امجدی مولانا و مخدومنا و مرشدنا جناب

شاہ ولی اللہ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی جسکو

اس سے پہلے عموی مکرم مولوی سید احمد صاحب ولی اللہی

مرحوم نے طبع کیا تھا جو بالکل

فروخت ہوگیا اب انکے ہمشیرہ زادے

[illegible] حضرت [illegible] جعفر ولی اللہی نواسہ جناب [illegible] ۱۳۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من العبد الضعیف احمد المدعو بولی اللّٰہ
بن عبد الرحیم الدهلوی عفا اللّٰہ
عنه ووفقه لما یحبه ویرضاه الی افندی
اسمعیل بن عبد اللّٰہ الرومی ثم المدنی
اصلحه اللّٰہ تعالیٰ الی ما یرجوه ویتمناه
اما بعد فانی احمد الیکم اللّٰہ الذی لا الٰہ
الا هو واصلی واسلم علی نبیه المصطفیٰ
واله واصحابه اجمعین قد وصل الی کتابکم
الذی سألتمونی فیه عن وحدة الوجود
علی ما ذکره الشیخ الاکبر واتباعه وعن
وحدة الشهود علی ما ذکره الشیخ المجدد
وهل یمکن التطبیق بینهما رضی اللّٰہ تعالیٰ
عن الجمیع وارضاهم۔ فاعلموا
اخوانی رحمکم اللّٰہ ان لکل
زمان ولکل قرن علماً اصابهم
فی تقاسیم رحمة اللّٰہ عز وجل

بندہ ضعیف احمد جسے ولی اللّٰہ کہتے
ابن عبد الرحیم دہلوی عفی عنہ کیطرف سے خدا تعا
اسے توفیق دے اُسکی جو اُسے محبوب ہے اور
وہ راضی ہو آفندی اسمعیل بن عبد اللّٰہ رومی ثم
کیطرف خدا تعالیٰ اُنکی اُمیدین اور آرزوئیں
اسکے بعد مین خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اُسکے
الہ نہیں اور مین درود بھیجتا ہوں اسکے نبی مص
آل و صحابہ پر سب پر۔ آپکا خط مجھکو پہنچا جسمین
دریافت کیا ہے وحدت وجود کو
بیان کیا ہے شیخ اکبر اور اُن کے پیرو
اور وحدت شہود کو جیسے ذکر کیا ہے شیخ
اور اس امر کو کہ تطبیق دونوں قولوں میں
یا نہین خدا اُن سب سے راضی ہو اور اُنکو خوش
تو جان لینا چاہیئے اے میرے بھائی خدا
رحمت کرے کہ ہر زمانہ مین ایک قر
اور ہر قرن میں اللّٰہ کی رحمت کی تقسیم کا ایک

وان تأملتم حال اوائل هذه
الامة المرحومة حين لم
تدون علوم الشرع ولا فنون
الادب ولا وقع عنها كثير
وانه لم يزل الهام الحق يبرز فی
صدورهم علماً بعد علم علی
حسب حكمته فی كل دورة لم
يخف عليكم هذه المعنی وان نصيبنا
فی هذه الدورة من تقاسيم رحمة الله
ان يجتمع فی صدورنا علوم
علماء هذه الامة معقولها ومنقولها
ومكشوفها وينطبق بعضها علی
بعض ويضمحل الخلاف بينهما
ويستقر كل قول فی مقره فهذا الاصل
منسحب علی فنون العلم من الفقه
والكلام والتصوف وغيرها بحمد الله
وتوفيقه واعلموا ان معرفة الحق
علی ما قاله الخضر كبحر لجی لا مبدأ
ولا منتهی له وان المتكلمين بها
كالابرة المغموسة فيه لم ينقص
من البحر شيئاً او كالعصافير تشرب
منه حاجتها ثم تصدر فكل واحد
لا يخبر الا عن كمال دون كمال
ولا يصف الا جمالا دون جمال
وعلی تفنن واصفيه بوصفه

جو اہل قرن کو بہونچتا ہے اور جو تم غور کرو
اس اُمت مرحومہ کا حال اوائل جب
شرع جمع و تصنیف نہیں ہوئی تھی اور
نہ فنون ادب اور نہ اُن کی بہت
بحث تھی۔ اور بیشک اللہ کا الہام اُنکے
سینوں میں ظاہر کرتا ہے ایک علم بعد ایک
کے اپنی حکمت کے موافق ہر دورے میں
یہ امر کچھہ تمپر مخفی نہیں۔ اور ہمارے حصے میں
اس دورے میں اللہ کی رحمتوں کی تقسیموں میں
یہ ہے کہ جمع ہوں ہمارے سینوں میں علوم
اس اُمت مرحومہ کے علماء کے علم معقول
و علم منقول اور علم مکشوف اور مطابق ہوں بعضے
علم بعضے علموں سے۔ اور خلاف درمیانسے مٹجاوے
اور ہر قول اپنے مقام پہ قرار پاوے تو یہ اصل
و قاعدہ مقرر ہوا ہے۔ فنون علم فقہ اور کلام
اور تصوف وغیرہ میں اللہ کا شکر ہے اور
اُسکی توفیق ہے اور یہ جانئے کہ اللہ کی معرفت
بموجب قول خضر علیہ السلام کے مانند ایک دریا
بے پایان کے ہے جسکی نہ ابتدا نہ انتہا اور اس دریا
میں متکلمین ایسے ہیں جیسے ایک سوئی کو غوطہ
دیکر دریا میں سے نکال لیتو دریا کا کچھہ کم نہیں
ہوجاتا۔ یا چڑیا پانی پی جاوے تو دریا کچھہ کم نہیں ہوتا
پس ہر شخص ایک کمال کی خبر دیتا ہے نہ دوسرے کی
اور ہر کوئی ایک جمال کا وصف کرتا ہے سوا اور جمالوں کے
بموجب اس شعر کے جسکا مضمون یہ ہے کہ وصف کرنیوالے

ويفنى الزمان ولم يوصف وفي
مثل هذه المواضع يتفرق المستمعون
فرقا فمن عرف مسقط اشارة
كل واحد والمواضع الذي اخبر عنه،
جعل كل قول قيل في محله وصدق الجميع
ومن هاله اختلاف العبارات وتنوع
الاشارات ولم يقدر على الخلوص منها
الى حيز الاختلاف هنالك بقي في حيرته ضالة
مثل ذلك كمثل اناس عميان التقوا الشجرة
يلتمسونها ويذوقونها فوجد بعضهم اوراقها
وبعضهم اغصانها وبعضهم ازهارها
وبعضهم اثمارها ثم قعدوا يتحدثون
فقال بعضهم ان الشجرة اجسام ملس،
وقال الاخر انما هي اعواد وقال بعضهم
انما هي في غاية اللين والنعومة وقال
الاخر في غاية الخشونة والصلابة
وقال الاخر في غاية الحلاوة قال الاخر
في غاية المرارة والعفوصة وقال
الاخر انها لا طعم لها اصلا وقال
بعضهم لها رائحة طيبة وقال،
الاخر لا رائحة لها فلما اختلفت اقاويلهم
جعل بعضهم يكذب بعضا
وجعل بعضهم يسب بعضا فجاء رجل اخر مميزا
منهم بالابصار وان كان دونهم في
كثير من الاصناف التي يمدح الناس بها

تفتش میں زمانہ گذر جاتا ہے اور اُسکا وصف
نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے موقعوں میں سننے والونکے
فرقے ہو جاتے ہیں۔ اسمیں جنے ہر ایک کے اشارہ کے
مقام کو پہچان لیا۔ اور اس جاے کو جسکی خبر
دی ہے وہ ہر قول کو اسکی جاے مقرر کرتا ہے
اور سبکے قول متفرق کی تصدیق کرتا ہے اور جو
پڑ گیا اختلاف مین عبارتوں کے اور طرح طرح کی
اشاروں کے اور وہ اسمین سے نکل نہ سکا اور پہونچ
سکا اوس مقام اختلاف تک وہ حیران رہگیا اسکی
مثال ایسی ہے جیسے کچھ اندھے درخت ڈھونڈتے تھے اسکو
گھیر لیا انہوں نے بعضوں نے تو اس درخت
کے پتے معلوم کیے اور بعضوں نے اسکی ٹہنیاں
اور بعضوں نے اسکے پھول اور بعضوں نے پھل
پھر بیٹھکر باتیں کرنے لگے بعضوں نے تو کہا کہ
درخت جسم نرم ہے اور بعضوں نے کہا کہ
درخت لکڑیاں ہیں اور بعضوں نے کہا وہ نہایت
نرم و نازک ہے اور بعضوں نے کہا نہایت کھردرا
اور سخت ہے اور بعضوں نے کہا بہت میٹھا ہے اور بعضوں نے
کہا بہت کڑوا اور کسیلا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کچھ
مزہ اسمیں نہیں اور بعضوں نے کہا نہایت خوشبو ہے
اور بعضوں نے کہا اسمیں کچھ بو ہی نہیں سب
کے قول مختلف ہوئے۔ ایکدوسرے کو جھٹلانے
لگے بعضے گالیاں دینے لگے ایکدوسرے کو اتنے میں
ایک شخص اور آیا جو ان سے ممتاز تھا آنکھوں
کے سبب۔ اگرچہ کم تھا ان وصفوں میں جنکی

بعضهم بعضا بحسن الصوت،
وقوة البطش وكمال السمع و
الذوق واللمس فقال كلامكم جميعكم
صحيح فی الاصل خطأ باعتبار الحصر
ثم انه ارجع كل قول الى مرجعه و
بين لكل اشارة مسقط يسقط عليه
ثم ان العارفين الجامعين بين علم
الظاهر والباطن قد يكون كشفهم صحيحا
ويلحقهم بعض الخطاء فی توجيه كلام القدماء
وتعيين مرادهم وهذ الخطاء لا يقدح
فی معرفتهم بالله ولا يضر بكمالهم فان
توجيه الكلام وتعيين محله خارج عن
الكشف شعبة من الاجتهاد والتحري
الذين يشاركهم فيها علماء الظاهر بل
العوام ايضا واعلموا ان وحدة الوجود
وحدة الشهود لفظان تطلقان فی
موضعين فتارة تستعملان فی مباحث
السير الى الله عز وجل فيقال لهذا السالك
مقامه وحدة الوجود وذلك مقامه
وحدة الشهود ومعنى وحدة الوجود هنا
الاستغراق فی معرفة الحقيقة الجامعة التی
محو العالم فيها بحيث يسقط عنه
احكام التفرقة والتمائز التی معرفة
الخير والشر مبنية عليها والشرع والعقل
يخبران عنهما مبنيان لها التبيان

بہت لوگ تعریف کرتے ہیں ایک دوسرے کی
جیسے خوش آوازی۔ اور قوت وتوانائی کمال
سماعت۔ اور ذوق اور لمس میں اونے کہا تم
سبکا کلام اصل میں صحیح ہے اور حصر کے اعتبار سے خطا ہے
پھر اُنے ہر ایک قول کو اُسکے مرجع کیطرف رجوع
کیا۔ اور بیان ہر اشارہ کا مقام پھر جو عارف
صاحب ظاہر و باطن ہیں دونوں کے جامع ہیں
کبھی اُنکا کشف صحیح ہوتاہے۔ اور اسکو کبھی خطا
لاحق ہو جاتی ہے۔ پہلے لوگوں کی وجہ بیان
کرنے میں اور اُن کے مطلب کے متعین کرنے میں
اور یہ خطا کچھ اونپر اعتراض نہیں اللہ کی معرفت
میں اور اُنکے کمال کو نقصان نہیں پہنچاتی،
کیونکہ توجیہ کلام اور اسکے محل کا متعین کرنا کشف سے
خارج ہے یہ تحری و اجتہاد کا شعبہ ہے جسمیں علمائے
ظاہر شریک ہیں بلکہ عوام بھی یہ جانو کہ وحدت الوجود
اور وحدت الشہود دو لفظ ہیں کہ دو جای بولے
جاتے کبھی تو مستعمل ہوتے ہیں بحث میں سیر
الی اللہ کے۔ تو کہا جاتا ہے کہ اس سالک
کا مقام وحدت الوجود ہے اور اس سالک
کا مقام وحدۃ الشہود ہے۔ اور معنی وحدت الوجود
کے یہاں استغراق ہے معرفت میں اس حقیقت
جامعہ کے جو عالم کو فانی کرتی ہے اس حیثیت سے
کہ ساقط ہو جائیں۔ اس سے احکام تفرقہ اور
تمیز کی جس معرفت خیر و شر کی ہے۔ اور شرع اور عقل
اون سے خبر دیتی ہے اور بہت بیان اور

وا وفى اخبار هذا مقام يحل فيه
بعض السالكين حتى يخلصه الله تعالى
منه ومعنى وحدة الشهود الجمع
بين احكام الجمع والتفرقة فيعلم ان
الاشياء واحدة بوجه من الوجوه،
كثيرة مباينة بوجه آخر وهذا المقام اتم و
ارفع من الاول وهذا الاصطلاح
اخذته عن بعض اتباع الشيخ آدم البنوري
قدس سره وتارة تستعملان فى معرفة حقائق
الاشياء على ما هى عليه فنظروا فى وجه ارتباط
الحديث بالقديم فوقع عند قوم ان
العالم اعراض مجتمعة فى حقيقة واحدة
كما ان صورة الانسان وصورة الفرس
وصورة الحمار متواردات على الشمع،
والطبعية الشمعية باقية فى
جميع الحالات لكن الشمع لا يسمى
باسم التماثيل لكن لا وجود لها الا
بضميمة هى الشمع ووقع عند آخرين
ان العالم عكوس الاسماء والصفات
انطبعت فى مرايا الاعدام المقابلة،
لتلك الاسماء والصفات كما ان القدرة
تقابلها عدم وهو العجز فلما
انعكس ضوء القدرة فى مرآة العجز صارت قدرة
قدرة ممكنة وعلى هذا
القياس سائر الصفات

خبریں اسکی دی ہیں اور یہہ ایسا مقام ہے
جس میں بعضے سالک پھنسے رہتے ہیں جبتک
اللہ اُس سے خلاصی دے اور وحدت الشہود کے
معنی ہیں۔ جمع کرنا احکام جمع اور تفرقہ کا بس
جانا جاتا ہے۔ کہ سب چیزیں واحد ہیں ایکوجہ
اور بہت مغائر ہیں ایک وجہ سے اور یہ مقام
اتم اور ارفع ہے پہلے مقام سے اور یہ اصطلاح
مینے اخذ کی ہے شیخ آدم نووی قدس سرہ کے
بعضے اتباع سے۔ اور کبھی وحدۃ الوجود اور وحدۃ
الشہود دونوں لفظ مستعمل ہوتے ہیں حقایق اشیاء کی
معرفت پر جیسے وہ ہیں پس نظر کہ حادث اور قدیم کے
ربط پر تو ایک قوم کے نزدیک واقع ہوا کہ عالم عرض
مجتمع ہیں حقیقت واحد میں جیسے صورت انسان
کی اور صورت گھوڑے کی اور صورت گدھے کی
ان سب کو موم کی بنالیں تو موم کی طبیعت باقی
ہے ہر حال میں۔ اب اُس موم کی صورت کو
موم نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں یہ انسان ہے یہ گھوڑا
وغیرہ ہے۔ لیکن وہ صورتیں حقیقت میں تماثیل
ہیں جنکا وجود نہیں مگر موم کے سبب اور ایک
قوم کے نزدیک یہ واقع ہوا کہ عالم جو ہے
عکس ہے۔ اسماء و صفات کے جو منطبع ہوئے ہیں
اعدام کے آئینوں میں وہ اعدام جو اُن اسماء
و صفات کے مقابلہ ہیں جیسے قدرۃ کے مقابلہ میں
عدم کہ وہ عجز ہے تو جب منعکس ہوئی قدرت کی روشنی
کے آئینہ میں تو ہوگئی قدرت ممکنہ اور اسیطرح

والوجود ایضا علی هذا
الاسلوب فالمذهب الاول یسمی
بوحدة الوجود والثانی بوحدة
الشهود وقد وقع عندنا ان
للمکشوفین صحیحان جمیعا لکن
القول بان وحدة الشهود علی
هذ المعنی لم یقل به الشیخ العربی
سهو بل الشیخ واتباعه بل الحکماء
ایضا یقولون بها وذلک لان
محصل هذا القول بعد التهذیب
والتخلیص من المجازات والاستعارات التی
وجبت صعوبة الفهم هو ان حقایق
الامکانیة اضعف وانقص والحقیقة
الوجودیة اتم واقوی بحیث یمکن
ان یقال للحقایق الامکانیة انها
اعدام ظهر فیها صور للموجودات
ولا اخفاء ان هذا القول متفق
علیه وهذا الذی سالتمونی
عنه یحتاج الی التفصیل فاسمعوا
لما یتلی علیکم باذان واعیة اعلموا
رحمکم الله ان اول ما یفهم المسلم
ویخلص الیه من نصوص الکتاب
والسنة بل یخلص الی کل صاحب عقل
ان الحق عز وجل موجود جزئی
مثل سائر الجزیات لا انه قدیم موجود

باقی صفات کا حال ہے۔ اور وجود بھی اسی
طریق پر ہے۔ تو پہلے مذہب کا نام وحدت
الوجود ہے۔ اور دوسرے کا نام وحدت شہود
ہے اور ہمارے نزدیک دونوں مکاشفے
صحیح ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ شیخ عربی نے
وحدت شہودی اس معنی پر نہیں کہے۔ یہ سہو
ہے بلکہ شیخ اور اتباع شیخ نے بلکہ حکما نے
بھی کہی ہے۔ اسواسطے کہ اس قول کا محصل
بعد تہذیب و تخلیص مجازات اور استعارونکے
جو واجب دیتے ہیں صعوبت فہم کو یہی ہے
کہ حقایق امکانیہ بہت ضعیف اور بہت
ناقص ہیں۔ اور حقیقت وجودیہ بہت
پوری اور بہت قوی ہے۔ اسی حیثیت سے
ممکن ہے۔ کہ یہ کہا جاوے۔ کہ حقایق
امکانیہ اعدام ہیں کہ انمیں صور موجودات ظاہر
ہوئیں۔ اور کچھ چھپا نہیں کہ یہ قول متفق
علیہ ہے۔ اور یہی ہے وہ جو تم نے ہم
سے دریافت کیا ہے۔ اسکی تفصیل کی حاجت ہے
پس تم سنو جو بیان کروں خوب غور
سے جانو تم اللہ تعالیٰ تمپر رحم کرے
کہ جسکو مسلمان پہلے سمجھتا ہے اور جس سے
رہائی پاتا ہے۔ نصوص کتاب اور سنت کو
بلکہ صاحب عقل سے وہ یہ ہے کہ حق
عزوجل موجود جزئی ہے مانند اور
جزئیات کے مگر وہ قدیم ہے عالم میں

فی العالم خالق لهم رازق
اياهم وهذا العلم هو الذی يجده
فی صدر كل عاقل قبل ان يمارس
رياضة نفسانية او يمعن فی المعقول
وهو كلف به الشرع الناس والشرع
الالٰهی لم يكلف الناس الا بما اودعه
الله عز وجل فی فطرتهم تحت الصور النوعية
سواء كان ذلك الشیٔ تكليف به علما او عملا
ولم يحتج الشرع عليهم الا بما يهدی اليه
فطرتهم وهو متمكن فيهم قال الله
تبارك وتعالى فطرة الله التی فطر الناس
عليها لا تبديل لخلق الله وقال رسول الله
صلی الله عليه وسلم كل مولود يولد
علی الفطرة الحديث وهذا معرفة
صحيحة واشارة صادقة مرجعها التجلی
من التجليات للحق عز وجل قديم برز
فی النفس الرحمانی قبل ان يتحقق الزمان و يجیٔ
حديث الحدوث وذلك لان النفوس
البشرية لها انجذاب اليه كما انجذب
الحديد الی مقناطيس و ميلا اليه
مثل ميل النار الی جهة الفوق وميل
الارض الی جهة التحت وما اصدق
ما قال بعضهم ؎ لقد صرت
مقناطيسها فقلوبنا ٭ يجذبك اياها
اليك تميل ٭ فسمی الحق

موثر ہے اور خالق اور رازق سکا ہے اور
یہ وہ علم ہے۔ جو ہر صاحب عقل اپنے سینہ میں پاتا
ہے۔ پہلے اس سے کہ ریاضت نفس کی مشق کرے
یا غور کرے معقول میں اور وہ یہ ہے جسکے
سبب شرع نے لوگوں کو مکلف کیا ہے اور شرع
الہی اُنہی کی تکلیف دیتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ
نے انکی فطرت میں امانت رکھا ہے۔ موافق
صورت نوعیہ کے برابر ہے خود وہ شے کہ جسکے سبب سے
تکلیف دیجاتی ہے ازروئے علم وعمل کے ہو اور
شرع شریف کے لوگوں پر بجز اسکے خدا تعالیٰ نے انکی
فطرت میں متمکن یعنی رکھ چھوڑا ہے حجت قائم نکرے چنانچہ
خدا تبارک تعالیٰ فرمایا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیها لا
تبدیل لخلق اللہ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کل مولود
یولد علی الفطرۃ الحدیث اور یہ معرفت صحیح،
اور اشارہ صادق ہے۔ کہ اس کا
مرجع اللہ تعالیٰ کی تجلیوں میں ایک تجلی ہے
قدیم سے ظاہر ہوا۔ نفس رحمانی میں اس سے
پہلے کہ زمانہ متحقق ہوا اور حدوث کی حدیث
ہو اور یہ اسلیئے کہ نفوس بشریہ کو اسکی طرف
کشش ہے جیسے لوہے کو کشش ہے مقناطیس،
کیطرف اور آگ کو میل ہے فوق کیطرف اور
خاک کو میل ہے تحت کی طرف کیا خوب
اور صحیح کسی نے یہ شعر کہا ہے ؎
لَقَدْ صِرْتُ مِقْنَاطِیْسَهَا فَقُلُوْبُنَا ٭ یَجْذِبُکَ اِیَّاهَا
اِلَیْکَ تَمِیْلُ ٭ پس نام رکھا گیا حق کا،

عزّ وجل الوصول اے هذا التجلی بعد الموت
بلقاء الله وجعل کل ما یعین الانسان علی
هذا الوصول بتلک صدرہ عند طاعة وجعل کل
ما یبعدہ عنه او تعلق قلبه عنه اثما والی
هذا المعنی اشار النبی صلی الله علیه وسلم
حیث قال سترون ربکم عز وجل کما ترون القمر
لیلة البدر لا تضامون علی رؤیته فان
استطعتم ان تغلبوا علی صلوة قبل طلوع
الشمس و قبل غروبها فافعلوا وهذا التجلی
هو میزان الخیر و الشر کما اشرنا الیه و
هذا التجلی هو الذی ینطق علیه الاسماء الالٰهیة
شعتو الشعون وهو الذی اخبر عنه النبی صلعم
حین سئل این کان ربنا قبل ان یخلقه خلقه
فقال کان فی عماء ما فوقه هواء وما تحته
هواء وهو الذی اخبر عنه الصوفیة بقولهم
ان الوجود ظهر فی مظهرین مظهر واجب
له التاثیر و القهر و الفعل و التنزہ وهو
مظهر ممکن له التاثیر و الانقهار و الانفعال
والتلوث وقال الشیخ محی الدین ابن علی
العربی ذوق الانبیاء والاولیاء یدل علی
ان هذہ ارادة متحدة انتهی فمن اثبت هذا التجلی
فهو صاحب الفطرة التی فطر الناس علیها و اوفق
الانبیاء و الاولیاء فی معرفتهم ربهم و من لم یثبته
اخطا الفطرة وما بین الانبیاء والاولیاء فی معرفتهم
ربهم و صار زندیقا دهریا و کذلک کل من انکر

وصول اس تجلی کا موت کے بعد لقاء اللہ اور
گردانی گئی جو چیز کہ اعانت کرے انسان کی اس
وصول پر کہ اسکا سینہ روشن ہوتا ہے عبادت اور
جو چیز کہ اس سے دور کرے اور دل اسکا متعلق ہو اسکا نام
گناہ اور اسی معنی کیطرف اشارہ فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو فرمایا ہے سترون ربکم عز وجل کما ترون القمر لیلة
البدر لا تضامون فی رؤیته فان استطعتم ان تغلبوا
علی صلوة قبل طلوع الشمس و قبل غروبها فافعلوا
اور یہی تجلی میزان ہے خیر و شر کی جیسے ہم اشارہ
کر چکے ہیں - اور یہی تجلی ہے جسپر اللہ تعالی کے
نود نہ نام منطبق ہوتے ہیں اور وہ یہی تجلی ہے
جسکی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خبر دی ہے
جب کسی نے آپ سے پوچھا - کہ ہمارا رب کہاں تھا جب خلقت
کو پیدا نہیں کیا تھا - تو آپنے فرمایا کہ عماء میں کہ اسکے
فوق بھی ہوا ہے اور تحت بھی ہوا - اور یہی جو صوفیوں نے کہا ہے
کہ جو ظاہر ہوا دو مظہروں میں ایک مظہر وہ جسکو
تاثیر واجب - اور قہر اور منزہ ہونا - اور ایک
مظہر وہ جسکے لیے ممکن ہے تاثیر اور قہر اٹھانا اور
فعل قبول کرنا - اور آلودگی اور کہا ہے شیخ محی الدین بن
علی عربی نے کہ انبیاء اولیاء کا ذوق دلالت کرتا ہے
کہ وہاں ارادہ متحدہ انتہی پس جسنے ثابت کیا اس تجلی کو ایسا
جیسے وہ ہے تو اس فطرت کو پہونچ گیا جس فطرت پر اللہ نے
لوگوں کو پیدا کیا ہے اور موافق ہوا اللہ کی معرفت میں انبیاء
اولیاء کی اور جسنے ثابت نہ کیا اسی تجلی کی فطرت میں اور اسمیں جو بیچ نبی ہے
انبیاء اولیاء کے اللہ کی معرفت میں اور زندیق اور دہری ہو گیا اسیطرح

علما اودعه الحق فی جذر فطرة الانسان و ادار
علیه التکلیف فهو الزندیق وکذلک من العلوم
ان الفطرة التی یکون منکره زندیقا ان حقائق
الاشیاء ثابتة وان للاشیاء وجودات خاصة
یدور علیها خواصها کالنار محرق والماء مطفی
والزنجبیل حار والکافور بارد والصلوٰة خیر
والزنا شر فمن لم یقل بذلک قامت علیه الحجة
من نفسه علی نفسه وکذبته الدلائل من
نفسه علی نفسه ووقع فی هوة من تهافت
الاقوال والآراء وقد عرفنا من سنة الشارع
علیه الصلوٰة والسلام انه یمنع التعدی من طور
الفطرة ونهی عن الخوض فیما سوی ذلک الا
ان الصوفیة عرفوا ان النهی انما جری علی
العقل وعلی صورة الانسانیة فلو ان انسانا
استعمل فوق عقله وخاض فی ذلک لما هو انسان
کان منهیا عنه لکنهم مخصوصون بطور
وراء طور العقل وبما هم من البشر المجاهد
فقد خاض الناس بعد احکام هذا الاصل الذی
جبلوا علیه فی علم آخر وهو ان
الاشیاء المعقولة والمحسوسة مشترکة
فی الوجود وهو المعنی الذی به تحقق
هذه الاشیاء المعدوم فانا قد نتصور
المثلث مثلا ونعقل انه لیس بموجود
وقد نتصوره ونعقل انه موجود ولا بدان
المثلث الثانی یفارق المتصور الاولی

جو انکار کیا اُس علم کا جو اللہ نے فطرت انسان کی اصل میں
امانت رکھا ہے اور اُسپر احکام شرع کا مدار ہے وہ بھی زندیق ہے
اور اسطرح علوم سے ہے ایسی فطرت جسکا منکر زندیق ہے
یہ حقائق اشیاء ثابت ہیں۔ اور یہ کہ اشیاء کیواسطے وجود خاص ہیں
جسپر اُنکے خواص کے حکم کا مدار ہے جیسے آگ اسکا خواص
جلا دینا ہے۔ اور پانی کا خواص بجھا دینا اور سونٹھ
گرم ہے۔ اور کافور سرد ہے اور نماز خیر ہے اور زنا شر ہے
جو اسکا قائل ہو تو خود اسکے نفس سے حجتیں قائم ہونگی
اور جھٹلائیگی خود اسکی نفس کی اور پڑ جائیگا گڑھے
میں تہافت یعنی سستی اقوال و آراء کیطرفسے اور ہمنے جانا ہے
سنت شارع علیہ السلام سے کہ انہے منع کیا ہے طور فطرت سے
تجاوز کرجانیکو۔ اور نہی کی خوض کرنے میں اسکے سوائے
لیکن صوفیوں نے یہ پہچان لیا ہے کہ نہی بیشک جاری ہوئی
ہے عقل پر۔ اور صورت انسانیہ پر تو انسان اگر اپنی
عقل صرف کرے اور خوض کرے ایسی اس سبب سے
کہ وہ انسان ہے تو اس سے نہی ہے۔ لیکن وہ خوض کرتے ہیں
ایسے طور سے جو عقل کیطرفسے آگئی ہے اور اس حیثیت سے
کہ وہ بشر ہیں اپنی اصل بیشک لوگوں نے خوض کی بعد احکام
اس ایسی اصل کے جسپر سرشت اُنکی کیگئی ہیں
ایک اور علم میں اور وہ علم یہ ہے کہ اشیاء معقول و محسوسہ
شریک ہیں وجود میں اور وہ ہی معنی ہیں جس سے جدا
جدا یہ اشیاء معدوم کیونکہ کبھی تصور کرتے ہیں مثلث
کا مثلا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ وہ موجود نہیں اور کبھی ہم تصور
اور جانتے ہیں کہ وہ موجود ہیں اور ضرور پہلے مثلث سے
جو دوسرا مثلث متصور ہے وہ علیحدہ اور جدا ہے اور

والذي هو بقاء رقه هو الموجود وهو لا يكون مبدء
للقابلية والفاعلية في هذه الاشياء متغايرة متمايزة في الماهيات
وهي الخصوصيات الزائدة على الوجود والامور التي بها
يسمى الفرس والانسان والحمار والبعير بهذه الاسماء
والتي بها يقدر في انفسها الكل منها من الاحكام
والآثار ثم اختلفوا في حقيقة هذا الوجود و
كيفية انضمامها فقيل الوجود امر انتزاعي يتصف
به الماهيات والجاعل لم يجعل الماهية ماهية
موجودة اقول هذا القول صادق في نفسه،
خطأ باعتبار حصر معرفة الوجود وجود لكن ذكره
في بحث الوجود الحقيقي فانا ندرك لا محالة
امرا انتزاعيا نسميه بالوجود ونصف به الماهية
والاتصاف به اثر من آثار جعل الجاعل وسببه
وقيل الجاعل جعل الماهية واصدرها من نفسه
وبعد اصدارها نظر الناظرون الى بعض
احوالها من ظهور الفاعلية و
القابلية ونحو ذلك فارتسم في
صدورهم عند ذلك صورة تسمى بالوجود
اقول هذا ايضا قول صادق في نفسه
خطاء باعتبار حصر معرفة الوجود فيه
فانا ندرك قطعا امورا متمايزة في الخارج
نسميها بالاسماء المختلفة ولا جرم انها اثر الجاعل
والحق ان هنالك وجودات خاصة نسميها بالماهيات
محفوفة بين وجودين آخرين احدهما الوجود
الواحدة في المنبسط على هياكل الموجودات وهو

جس سے دونوں میں جدائی ہے وہ موجود ہے، اور وہی مبدء قابلیت
اور فاعلیہ ان اشیاء میں اور متمایز یعنی امتیاز دینے والا ماہیات کا
کہ وہ خصوصیات زائد ہیں۔ وجود کو اور وہی ایسے امر جسے نام
رکھا گیا ہے۔ گھوڑا اور انسان اور گدھا۔ اور اونٹ ان
ناموں سے اور وہ ہی ہے جس سے مقدر کئے گئے ہیں احکام اور آثار
پھر اُن لوگوں نے اختلاف کیا اس وجود کی حقیقت میں
اور اسکے انضمام کی کیفیت میں تو بعضوں نے کہا کہ الوجود امر
انتزاعی یتصف بہ الماہیات۔ یعنی وجود ایک امر انتزاعی ہے
جس سے ماہیتیں متصف ہوتی ہیں۔ اور جاعل نے ماہیتوں کو
ماہیت کیا نہ وجود کو وجود لیکن ماہیتوں کو موجود کر دیا ہے
میں کہتا ہوں یہ امر سچا فی نفسہ خطا ہے باعتبار حصر معرفت وجود کے
لیکن اسکا ذکر بحث حقیقی کا ہے کیونکہ ہم ادراک کرتے ہیں ضرور
ایک امر انتزاعی جسکا ہم نام رکھتے ہیں وجود اور اس سے وصف کرتے ہیں
ماہیات کا۔ اور اس سے وصف کرنا ایک اثر ہے آثر میں سے جعل جاعل کی
اور سبب ہے اور بعضوں نے کہا کہ جاعل نے بنایا ماہیتوں کو اور
صادر کیا اپنے نفس سے اور بعد ان ماہیتوں کے صادر ہونے کے دیکھنے
والوں نے دیکھا۔ اور ماہیتوں کا بعض حال ظہور فاعلیت اور
اور قابلیت وغیرہ کا تو اُنکے دل میں منقش ہوئی ایک صورت
کہ اُسکا نام وجود ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی قول صادق ہے
فی نفسہ اور خطا ہے باعتبار حصر معرفت وجود کے بیچ اسکے
کیونکہ ہم ادراک کرتے ہیں قطعی ایسے امور متمایزہ فی الخارج
جنکے ہم مختلف نام رکھتے ہیں اور ضرور وہ اثر جاعل کا ہے
سچ بات یہ ہے کہ وہاں وجودات خاصہ ہیں جنکا ہم نام ماہیات
رکھتے ہیں۔ کہ وہ محفوف ہیں درمیان دو اور وجودوں کے
کہ ایک اُنمیں کا وجود واحد منبسط علی ہیاکل الموجودات کہ وہ

على الوجودات الخاصة والوجودات الخاصة تنزلات
وتنزلات لبعض عمومه حاصلة من ارتباط
معلومة الآنية مجهول الكيفية بينه وبين تلك الماهيات
التي هي شيون هذا الوجود المنبسط وصورة
العلمية وثانيها الوجود المتنزع من ملاحظة
الوجودات خاصة اجمالاً فكل واحدة من
هذين القائلين اصاب الحق واخطأ فى لاكتفاء بما
لا يشفي عليلاً ولا يطفي غليلاً وقالت الصوفية
القائلة بوحدة الوجود الشئ الذي يكون فى الخارج
ويترتب عليه الآثار الخارجية لا يخلو من
ان يكون فى حاصله فى الخارج وفى
ترتيب الآثار الخارجية عليه محتاجا الى
ضم ضميمة فالاول هو الممكن والثاني هو
الواجب وقد ادركنا بذوقنا
ان هذه الضميمة هو الوجود
المنبسط على هيا كل الموجودات
وهو شئ قائم بذاته مقوم
لغيره وليس لغيره وليس متعين
فى نفسه مختصا بنوع من الآثار المعلومة
عند الناس لكن له تنزلات علما وعينا
فبتلك التنزلات صار متعينا مختصا بآثار
خاصة واول مراتب تنزله تجليه بنفسه
بشان كلي لا يخرج عنه شان البتة ثم
تنزله الى تفاصيل تلك الشان الكلي فى
فى العلم دون العين ثم تنزله فى تلك

متقدم ہو وجودات خاصہ پر اور وجودات خاصہ تنزل اور تعینات
ہین اسکے بعض ارتباط کی ارتباط علوم انیہ مجہول الکیفہ
سے۔ درمیان اسکے اور ماہیات کے ایسی ماہیات
جو شیون ہو۔ اس وجود منبسط کے اور صورت علمیہ کے
اور دوسرا وجود متنزع ہے ملاحظہ وجودات خاصہ
سے اجمالاً تو ہر ایک ان دونون قولون مین سے
حق کو پہونچ گیا۔ اور خطا کی۔ اس سے جس سے بیمار نہ
شفا پائے۔ اور پیاسے کی پیاس نہ بجھے اور صوفیہ
قائل وحدۃ وجود کے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ جو شی خارج
مین ہو اور اس پر آثار خارجیہ مرتب ہوتے ہین
وہ دو حال سے خالی نہین کہ یا تو اسکے حصول مین
خارج مین اور جو آثار اسپر مترتب ہوتے ہین خارج
مین حاجت ضم ضمیمہ کی ہے یا حاجت ضم ضمیمہ کی نہین
تو جسمین حاجت ہو وہ ممکن ہے اور جسکو حاجت
نہین وہ واجب ہے۔ اور تحقیق ہم نے ادراک کیا
ہو اپنے ذوق سے کہ وہ ضمیمہ وہی وجود منبسط
علی ہیا کل الموجودات ہو اور وہ ایک شی قائم
بذاتہ اور مقوم لغیرہ ہے۔ اور نہین ہے متعین
بنفسہ خاص کسی نوع سے اُن آثار سے، جو لوگون
کو معلوم ہے مگر اسکے تنزلات ہین علمی اور عینی تو وہ متعین
ہوگئے ہین متعین خاص آثار خاصہ سے اور پہلا
مرتبہ اسکے تنزل کا تجلی بنفسہ ہے ایسی ایک کلی
شان ہو جس سے کوئی شے خارج نہیں پھر اس کا
تنزل ہے۔ اس شان کلی کے تفاصیل کیطرف علم مین
عین مین نہین پھر اسکا تنزل تفاصیل مین ہو عین مین

تفاصیل فی العین کما کان فی العلم وحقایق الممکنات
عندهم هی صور تلک الذات المتکثرة بتلبیس
الشیون والاعتبارات فاذا علم بنفسه متلبسا
بهذا الشان کان ذلک بنفسه الممکن واذا علم نفسه
متلبسا بذلک الشان کان حقیقة ممکن اخر ووجود
الممکنات هی ظهور الوجود فی تلک الحقایق اذا
اجتمعت شروط وجود ممکن ما وارتفعت موانع
وجوده حدث له نسبة خاصة مجهولة الکیفیه معلومة
الانیة بذلک الوجود فصدر من الوجود اثار مختصة
بتلک الکیفیة واقتضی الوجود ایاها بواسطة
تلک النسبة الخاصة فیقال عند ذلک تنزل
الوجود وتعین وظهر فی مظهر خاص
فمعنی الظهور تمیزه وتعینه واقتضاء
نوع من الاثار دون غیرها ومظهر الشی
وصورتها محتملة التی تعین بها وتلبس احکامها
واثارها اقول هذا القول صحیح عقلا و
کشفا فانک اذا قلت ان المتحقق فی
معرکة القتال لیس الا الجسم
فهو القاتل و المقتول وهو الة القتل
وهو الراکب وهو المرکوب وهو السرج
وهو السیف وهو الرمح وهو القوس
هو السهم وهو الرامی وهو الهازم وهو
المهزوم وهو الصائل وهو المصؤل علیه
غیران الجسم لم یتحق اسما من هذه
الاسماء الا بکیفیة خاصة ومعنی خاص

جیسا تھا علم میں اور حقایق ممکنات انکے نزدیک یعنی
صوفیونکے صور تو نہیں ہیں اُس ذات متکثرہ کا تلبیس
شیون ہو اعتبارات کے پس جسوقت وہ جانا جائے متلبس اِس
شان سے تو ہوگا وہ حقیقت ممکن کی اور جب وہ جانا
جائے متلبس اُس شان سے تو ہوگا وہ حقیقت اور ممکن کی اور
وجود ممکنات کیا ہیں وہ ظہور وجود کا ہے اُن حقایق
مین تو جسوقت شرطیں جمع ہو گئیں وجود ممکن کی اور
اسکے وجود کے موانع مرتفع ہو گئے تو اسکے واسطے حادث ہوئی ایک
نسبت خاص جو مجہول الکیفیہ اور معلوم تو اس وجود کے
تو صادر ہوئے وجود کے آثار مختصہ اس حقیقت کے اور وجود ان
ان آثار کا مقتضی ہوا بواسطہ اس نسبت خاصہ کے تو کہا جاوے
اسوقت تنزل وجود کا اور تعین اور ظاہر ہوا خاص مظہر
مین پس معنی ظہور کے کیا ہیں اسکی تمیز اور تعین اور اقتضا
ایک نوع کا آثار سے ایسا جو اسکے غیر میں نہو اور مظہر شی کا
اور صورت محتملہ ایسی جس سے تعین ہوا اور تلبس ہو ا
اُسکے احکام اور آثار کا میں کہتا ہوں یہ قول صحیح
ہے عقل اور کشف کی راہ سے کیونکہ جب تم کہو کہ
متحقق لڑائی کے معرکہ میں فقط جسم ہے کہ وہی
قاتل ہے اور وہی مقتول اور وہی اسباب قتل کا
اور وہی سواری اور وہی سوار اور وہی زین
اور وہی نیزہ اور وہی تلوار اور وہی کمان
اور وہی تیر اور وہی تیر انداز اور وہی شکست
دینے والا۔ اور وہی شکست پانے والا اور وہی
حملہ کرنیوالا اور اسی پر حملہ کیا گیا سوا اسکے نہیں کہ جسم
متحقق کسی نام کا نہیں ہوا مگر ایک کیفیت خاص اور معنی خاص سے

واذا نظرنا الی تلک الکیفیات مع قطع النظر عن
اقترانها بالجسم کما کانت معدومة ولم یصدر
منها منها اثارها واذا انضم الیها الجسم صارت
موجودة وصدر منها اثار والجسم محل والحامل لها
استعد لتلک المعانی فی العقل والتقدیر قبل
الوجود الخارجی ثم تکون تلک الاشیاء عند
الوجود الخارجی وتلک الصور المتکثرة اعدام
محضة ان لوحظ الیها مع قطع النظر عن الجسم
لم یکن لها تحقیق وکانت موهومة وان لوحظ
بضم ضمیمة وهی الجسم کانت موجودة فاذا
صار الجسم سیفا تارة ورمحا اخری فقد
افضی به الاسباب اعنی النجار والحداد والخشب
والحدید والنار والکیر والمقمع والقدوم
والمنشار وغیرها الی ان حدثت بین العدم
الموهوم الذی هو السیف والرمح وبین الوجود
الذی هو الجسم نسبة معلومة الانیة
مجهولة الکیفیة بها اتصف ذلک المعدوم
بالوجود ومعنی وجود السیف والرمح حینئذ
ارتباط المعدوم بالوجود بحیث یصح له
اشتقاق الاسم من الوجود کان الجسم عاما
محتملا لصور کثیرة فاذا صار سیفا وتلبس
باحکام السیفیة من القطع وغیره فقد
تعین بتعین خاص وبرز فی بعض صورة
المحتملة فیقال عند ذلک ظهر فی مظهر
خاص هو السیف کان ذلک کله کلاما

اور جب ہم نظر کریں تو ہونگی ان کیفیتوں کو اور جسم کے قران
سے اور قطع نظر کریں تو ہونگے جیسے معدوم تھیں اور ان کے
آثار صادر نہیں ہوئے تھے اور جب ضم ہوگیا انسے جسم
تو موجود ہوگئیں اور انسے ان کے آثار صادر ہوئے اور جسم محل
ہے ان کیفیات کا - اور انکا حامل مستعد ہے ان معانی کا
عقل و تقدیر میں - پہلے وجود خارجی کے پھر ہوگئیں وہ چیزیں
وقت وجود خارج کے اور وہ صور متکثرہ اعدام محض ہیں
اگر لحاظ کیا جاوے انکو جسم سے قطع نظر کرکے تو نہیں واسطے
ان کے تحقق اور ہونگے موہوم اور جو لحاظ کیا جاوے
ان کے ضمیمہ کا - کہ وہ جسم ہے تو ہونگے موجود تو جس وقت
جسم سیف ہوگیا - کبھی اور کبھی نیزہ تو منتہی ہوئے
اس سے اسباب یعنی بڑھئی لوہار اور لکڑی اور
لوہا اور آگ اور دھونکنی اور بسولا اور آری
وغیرہ یہانتک کہ حادث ہوئی درمیان موہوم
کے کہ وہ تلوار اور نیزہ ہے اور درمیان موجود
کے کہ وہ جسم ہے ایک ایسی نسبت کہ جو معلومۃ الانیہ
مجہولۃ الکیفیہ ہے جس سے وہ معدوم وجود
ہوا اور معنی وجود تلوار و نیزہ کے اس وقت
ارتباط معدوم کا ہے ساتھ وجود کے ایسی حیثیت
کہ صحیح ہے اشتقاق اسم کا وجود سے تو ہوگا جسم
عام محتمل بہت صورتوں کا کیونکہ جب ہوگیا سیف اور متلبس ہوا
احکام سیف سے یعنی قتل وغیرہ سے تو متعین ہوا ایک
خاص تعین سے اور ظاہر ہوا ایک بعض صورت محتملہ سے
تو اسوقت کہا جاویگا کہ ظاہر ہوا مظہر خاص میں
کہ وہ سیف ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کوئی عاقل انکار

يمحيها لايتمكن من انكاره عاقل اللهم الا
مناقشات لفظية ترجع لفظية الى الوضع
والعرف لاعبرة بها عندنا فاذا فهمت هذا
القدر فى الجسم فالموجود اولى بهذا ثم الوجود
معناه ما اتصف بالوجود والوجود لاشك انه
صفة انتزاعية فلنبحث عن هذه الصفة الانتزاعية
هل لنا منشاء انتزاع فى الخارج او هى منزلة
انياب الاغوال لاشبهة ان بديهة العقل يحكم
بالاول ويمنع احتمال الثانى فاذا كان هذا
حكم الموجود كان هو حكم الوجود الحقيقى الذى
هو منشى الانتزاع بالاولى واعلم ان الثبوت
قبل الوجود فكم من معدوم هو ثابت متعين
مخصوص باحكامه واثاره فان الحاسب اذا
تعقل مراتب الاعداد فانه يمشى فى ذلك على
قانون طبعية ثابتة فى نفسها يعلم ذلك
بديهة فلو اراد ان يجعل الزوج فرد او الفرد
زوجا لم يكن ذلك ولو اراد ان يقدم شيئا
من مرتبته او يوخر لم يستطع وهذا هو الثبوت
الذى نقول انه قبل الوجود وهو غير الوجود الخارجى
لامحالة وغير الوجود الذهنى ان اريد به تحقق
الذى يحصل له تحقق عاقل وان اريد به غير
ذلك فيمكن ان يكون هو كما ذكرنا فى مراتب
الاعداد فكذلك فى
احكام كل نوع و
جنس فانا نعلم لا محالة

نہیں کرسکتا ہاں مگر مناقشے لفظی جنکا مرجع
وضع اور عرف ہی سو اسکا اعتبار نہیں ہمارے
نزدیک جب تمنے اسقدر جسم مین سمجھ لیا
تو موجود اولی ہے اس سے پھر وجود کے معنی
کیا ہین یہ ہین۔ کہ جو شی ہو ساتھ وجود کے اور
اسمین شک نہیں کہ یہ صفت انتزاعیہ اب ہمین
چاہیے۔ کہ اس صفت انتزاعیہ کی بحث کرین کہ
اسکے واسطے منشا انتزاع کا خارج مین بھی ہے یا وہ
بمنزلہ انیاب اغوال یعنی غولون کے دانتون کے ہے
تو اسمین کچھ شک و شبہ نہیں بداہتہ عقل حکم کرتی ہے ساتھ
اول کے یعنی اسکے واسطے منشا انتزاع کا خارج میں ہے اور
احتمال ثانی کو عقل منع کرتی ہے پس جس وقت یہ حکم ہوا
موجود کا تو ہوگا وہی حکم وجود حقیقی کا کہ جو منشا انتزاع ہے اولی
اور جاننا چاہیے کہ ثبوت قبل الوجود تو بہتیرے معدوم ہیں ثابت
متعین ہیں مخصوص ہیں ساتھ احکام آثار کے اپنے کیونکہ محاسب جب
تعقل کرتا ہے مراتب اعداد میں تو وہ چلا جاتا ہے اسمیں اوپر اس قانون
طبعیہ کے جو فی نفسہ ثابت ہے جانتا ہے کہ وہ بداہتہ پس اگر وہ
چاہے کہ زوج کو فرد کردے اور فرد کو زوج تو اسکے واسطے
یہ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر چاہے کہ کسیکو مقدم کردے مرتبہ سے یا موخر کردے
تو بھی۔ وہ ثبوت جو ہم کہتے ہیں کہ وہ قبل الوجود ہے اور غیر ہے وجود
خارجی کا ضرور اور غیر ہے وجود ذہنی کا اگر ارادہ کیا جاوے
اس سے ایسا تحقق کہ اسکو حاصل ہو کسی عاقل کے تعقل سے اور جو
اس سے ارادہ کیا جاوے۔ اسکے سوا تو احتمال تھا کہ ہووے ہو بہو
جیسے ہمنے ذکر کیا مراتب اعداد میں پس تو اسیطرح ہے ہر
نوع و جنس کے احکام مین کیونکہ ہم ضرور جانتے ہین

ان النخلة ان وجدت فان خواصها كذا
وكذا او ان ليفها كذا وكذا او السدرة ان
وجدت فان ورقها كذا وكذا و نبقها
كذا وكذا فقد اثبتنا لكل نوع احكاما خاصة
به لازمة وجد فى الخارج اولا كما ان
الملازمة فى قولنا لو لم يشاء الله لم
يخلق الخلق صحيحة وان لم يتحقق هذه
الصورة فظاهر فهذا الاهبياط وهذا
الاهباط وهذه الملازمة واقع فى نفس
الامر قبل الوجود الخارجى وكل ما موجود
فى الخارج فهو ثابتة البتة والممتنع ليس بثابت وكذا
لد مخترعات الذهن مما ينقطع بالانقطاع
الاختراع وليس له امام يقتدى به العقل
فى تصوره ذلك ليس لها ثبوت وبالجملة
فالوجود الخارجى انما يلحق الامر الثابت
فيجعله موجودا و لنبحث عن الثبوت
وعن هذا الوجود اى شئ
منبعها فالذى وقع عندنا
ان الوجود منبعه و مصدره
الوجود المنبسط على هياكل الموجودات او
النفس الرحمانى او العقل الكلية ايا ما شئت
فقل سه عباراتنا شتى وحسنك واحد وكل
الى ذلك الجمال يشير وهو صادر من الذات الالهية
وان الثبوت منبعه اقتضاء ذات الالهية للعالم فى
عالم العقل قبل الوجود الخارجى وهو الذى يسميه الصوفية

کہ اگر کھجور پائی جائے تو اسکے خواص ایسے ایسے ہیں
اور اسکا پوست ایسا ایسا ہے۔ اور بیری اگر پائی جائے
تو اسکے پتی ایسے ایسے ہیں اور بیر ایسے ایسے ہیں تو
ثابت کئے ہم نے ہر نوع کے احکام خاص لازم
اوسکے اب وہ خارج میں پائی جاوے یا پائی جائے
جیسے ملازمت ہے صحیح ہماری اس قول میں کہ اگر
خدا نہ چاہتا تو خلقت کو پیدا نکرتا اگرچہ یہ صورت تحقق
نہوئیں ظاہر ہے تو یہ اہباط یعنی تنزل اور یہ
ملازمت واقع ہے نفس الامر میں وجود خارجی
سے پہلے۔ اور جو شی کہ وہ خارج میں موجود ہے
وہ ثابت ہے ضرور اور ممتنع ثابت نہیں اور اسیطرح
ذہن کے اختراعات جو منقطع ہو جائیں اختراع
کے انقطاع سے اور کوئی اسکا امام نہیں جسکی
عقل مقتدی ہو اسکے تصور میں جسکا ثبوت نہو
اور حاصل کلام یہ ہے کہ وجود خارجی کو بیشک امر ثابت
لاحق ہوتا ہے تو اسکو موجود کر دیتا ہے اور چاہئے
کہ ہم بحث کریں اس ثبوت اور اس وجود کی یعنی
اس شے کی جو دونوں کا منبع ہے تو جو ہمارے
نزدیک ہے اور یہ ہے کہ وجود کا منبع اور مصدر
وجود منبسط علی ہیاکل الموجودات ہے یا نفس رحمانی
ہے یا نفس کلیہ ہے جو تمہارا جی چاہے وہ کہو
عباراتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذلک الجمال یشیر
اور وہ صادر ہے ذات الہیہ سے اور تحقیق ثبوت کا منبع اقتضاء
ذات الہیہ کا عالم کیواسطے عالم عقل میں پہلے وجود
خارجی کے اور وہ وہ ہے جسے صوفیہ تنزل علمی کہتے ہیں

بالتنزل العلمی لایریدون بالعلم ارتسام صور
الاشیاء ولکنهم یریدون صدور الاشیاء منه
مرة واحدة فی المرتبة العقلیة قائمة بالواجب
بنفسها ولنبین ذلک بمثال اذا وضعت الخاتم
علی الشمعة انتقش فیها الحروف المکتوبة فی الخاتم
والحروف الظاهرة فی الشمعة انما کانت بعلة فاعلة
قابلة وهی الشمعة وانما وجدت عند اجتماعهما
وانطباق احدهما علی الآخر لکن للخاتم استعداد
قائم به منذ کان الخاتم انه لو انطبق علیه شئ
سواء کان شمعا او طینا فاض علیه علی ذلک الشئ
صورة الحروف فکل ما وجد عند الانطباق کان
ثابتا قبله فی نفس الامر قائما بالخاتم فکذلک
کل ما وجد حینا من الزمان فانه کان قائما
بالذات الالهیة من حیث الثبوت ومن حیث انه کان
للواجب مقتضاء وهذا هو الذی یسمیه الصوفیة بالفیض
الاقدس والحکماء بالعقل الاول والحق ان العقل مستوعب
لجمیع الموجودات الخاصة الا ان الحکماء لم یتفطن الا
بعقول الافلاک ولیس هنا الا اربعة اصول الذات
الالهیة والعقل الصادر منه والنفس الکلیة
صادرة منه ایضا بشرط العقل وبواسطته والهیولی الصادرة منه
بشرط النفس الکلیة کما قال مولانا عبد الرحمن الجامی
فی بعض کلامه ذات مع الصادر الاول علة
تامة۔ آن موجودیست که در مرتبه ثانیه ظاهر شود
وهمچنین ذات مع صادر اول و ثانی علة تامه امری ثالث است انتهی
وکلما یشاهد بالحس فیدرک بالعقل فانه

یعنی غرض علم سے منقش ہونا صورتوں اشیاء کا نہیں ہے بلکہ
اس سے صدور اشیاء کا یکبارگی مرتبہ عقلیہ میں قائم ہونا ہے
ساتھ واجب کے بذات خود اب چاہیے کہ ہم اسکی مثال
بیان کریں کہ جس وقت مہر کو موم پر رکھو تو اس موم
میں وہ حرف آجاتے ہیں جو مہر میں ہیں تو حروف جو موم میں آگئے
ہیں وہ اسکے سوا نہیں کہ علت فاعلہ ہے کہ وہ مہر ہے
اور علت قابلہ سے آئی کہ وہ موم ہے اور وہ حرف پائے گئے
دونوں کے اجتماع سے اور منطبق ہونے سے ایک کے دوسرے پر لیکن خاتم
میں استعداد ہے جو اس سے قائم ہے۔ اسوقت کہ خاتم تھی کہ اگر
اسپر کوئی شی منطبق ہو خواہ موم ہو خواہ مٹی ہو اسمیں وہ حروف
آجائیں تو جو شی پائی جاوے وقت انطباق کے وہ پہلے ثابت تھی
حقیقت میں قائم ساتھ خاتم کے تو بس اسیطرح جو شے
پائی گئی کسی وقت زمانہ میں وہ قائم ہے ذات الہیہ کے ساتھ
حیثیت ثبوت سے اور اس حیثیت سے کہ وہ تھی واسطے واجب کے اور
اسکا مقتضا ہے اور وہ یہی ہے جسے صوفیہ فیض اقدس کہتے ہیں اور
حکماء عقل اول کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ عقل مستوعب ہے تمام وجودات
خاصہ کے مگر حکماء نہیں سمجھے اسکو مگر عقول افلاک سے
اور یہاں اور کچھ نہیں سوائے چار اصلوں کے ذات الہیہ اور
عقل جو اس سے صادر ہے اور نفس کلیہ بھی اس سے صادر ہے
بشرط عقل و واسطہ اور ہیولی صادر اس سے بشرط نفس
کلیہ کے جیسا کہا ہے مولانا عبدالرحمن جامی نے اپنے بعضے
کلام میں ذات مع الصادر الاول علة تامة وہ ایسا
موجود ہے کہ دوسرے مرتبہ میں ظاہر ہوتا ہے اور اسیطرح
مع صادر الاول و ثانی علة تامة ہے امر ثالث کی،
انتہی کلامہ جو چیز حس سے مشاہدہ ہو اور عقل سے ادراک ہو

حاصل بین النکاح الحاصل بین الهیولی والنفس فمن ذلک
ماهو قریب من النفس قد ظهر فیه احکامها ومنه ظهر
احکام الهیولی اکثر ولیس الهیولی الا النفس فلما جاء
وقت صدور هذه الاشیاء وتمت علیها بین الوجود
علی حسب الاستعدادات الثانیه من قبل القائمة
بالذات الالٰهیة فعبروا عن هذا المعنی بقولهم
وان ظهر الوجود بحکم ظهر باطن الوجود وانه
وقعت بین ظاهر الوجود وباطنه نسبة معلومة
الانیة مجهولة الکیفیة وقالوا الاعیان
لاشمت رائحة الوجود ویریدون ان الذی
یصدر منه الاثار انما هو الوجود فقط لکنه
ظهر علی قانون باطن الوجود فهذا القدر من
وحدة الوجود ثابت عقلا وکشفا وقد حام
حوله جمیع الطوائف عن اهل العقل فمن
قال بان الذوات متحدة فی الذاتیه و
مختلفة فی الاوصاف انما اراد هذا المعنی ومن قال
بان العالم متعین فی الهیولی الاول
والصورة العامة الجسمیة لم یبعد من
هذه القاعدة کل البعد وقد اعترف
بمقدمات هذه القاعدة من حیث یدری
اولا یدری وقد اشرنا سابقا الی القول
بان وجود الشئ عین حقیقته لا یصادم
هذه المسئلة وکذلک القول بان الوجود
صفة انتزاعیة لا یصادمها ولکل قول
محمل ینطبق علیه بقی ههنا مسئلة مشکلة

تو وہ حاصل ہوئی اس اجتماع سے جو ہوا درمیان ہیولی اور نفس کے
اس سے جو نفس سے قریب ہے اور اسمیں احکام اسکی ظاہر ہوئے اور
اس سے جو ظاہر ہوئے احکام ہیولی کے اکثر اور ہیولی کچھ نہیں مگر ایک
شخص پس آیا وقت اُن اشیاء کے صدور کا اور پورا ہو گئی وقت
تو ظاہر ہوا موجود موافق استعدادات ثانیہ کی طرف سے
قائمہ بالذات الالہیہ کے اُنہوں نے یوں کہا اور اگر ظاہر ہوا
وجود تو وہ حکم ظاہر ہوا باطن وجود سے اور واقع ہوئی ہے
درمیان ظاہر وجود اور باطن وجود کے نسبت معلومہ
الانیہ مجہولۃ الکیفیہ اور انہوں نے کہا کہ اشیاء نے
وجود کی بو بھی نہیں سونگھی اور اس سے انکی یہ مراد ہے
کہ جس سے آثار صادر ہوئے ہیں وہ سوائے وجود کے اور
کچھ نہیں لیکن وہ ظاہر ہوا اوپر قانون باطن وجود کے
تو اسقدر وحدۃ الوجود ثابت ہے عقل کی رو سے اور
کشف سے اور ہو گئے اسکے گرد سب گروہ اہل عقل
کہ جسنے کہا کہ سب ذوات متحدہ ہیں ذاتیہ میں مختلف
ہیں اوصاف میں اسکی یہی مراد ہے اور جس نے کہا
عالم متعین ہے ہیولی اولی اور صورت عامہ جسمیہ میں
اس قاعدہ سے وہ بہت دور نہیں گیا اور
اُس نے اقرار کیا اس قاعدہ کے مقدمات،
کا چاہے اُسنے جان لیا چاہے نہ جان لیا
اور ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ وجود الشئ،
عین حقیقۃ نہیں صدمہ پہنچاتا یہ مسئلہ اور
اسطرح یہ قول کہ ان الوجود صفۃ انتزاعیہ
اسکو مصادم نہیں اور ہر قول کے
واسطے ایک محمل ہے جسپر وہ مطابق آجاوے

قد صعبت على الفرقة القائلة بوحدة الوجود وهي
ان هذا الوجود عين الذات الواجبة او صادر منها
بطريق الابداع ولا بد من تحرير محل النزاع لان كلام
القوم من الطرفين لا يخلو من التسامح والتجوز
فيختلط القولان فاقول لا شبهة ان حال
الانسان بالنسبة الى اعتباراته من الانسان
بشرط لا وبشرط الشيء ولا بشرط الشيء
غير حاله بالنسبة الى افراده فان لا شك
ان الحال الاولى فيها الوحدة الحقيقية و
الكثرة الاعتبارية وفي الحال الثانية
الكثرة الاعتباريه والحدة الاعتبارية
والحال الاولى يخرج عن كونه كليا والحال
الثانية يخرج عن ذلك فاذا استقرانا
مراتب ظهور الشيء في مظاهره وتعينه
في بعض تجلياته وجدناها على منزلتين
احدهما المنزلة التي يعبر عنها بالصدور والابداع
والثانية المنزلة التي يعبر عنها بالتعين الاعتباري
وبعد هذا القول اختلف اقوالهم في الوجود
المنبسط على هياكل الموجودات فقال الشيخ
صدر الدين القونوي في اول كتاب مفتاح الغيب انه
صادر من الذات الالهية وقال مولانا عبد الرحمن الجامي
بان الفرق بين الذات الالهية والصادر الاول
اعتباري في شرحه اللمعات بعد ايراد سؤال وجواب في
هذا المعنى تحقيق آنست كه فيض تمام ذات مفيض است
اما باعتبار نسبت عموم وانبساط بر حقايق ممكنات

باقی رہا یہاں ایک مشکل مسئلہ کہ وہ بہت سخت ہے فرقہ وحدت الوجود
قائل پر وہ یہ ہے کہ یہ وجود عین ذات واجبہ ہے یا اوس
سے صادر ہے بطریق ابداع کے اور ضرور ہے تحریر کرنا
محل نزاع کا اسواسطے کہ اُن لوگوں کا کلام دونوں طرف سے
تسامح اور تجوز سے خالی نہیں دونوں کے قول مختلط
ہوجاتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ بیشک انسان کا حال
انسان کے اعتبارات کی نسبت کیطرف بشرط لا اور
بشرط شے اور لا بشرط شے غیر ہے اوسکے حال کی نسبت
کرنے سے اوسکے افراد کیطرف ہم ایمیں کچھ شک
نہیں کہ پہلے حال میں وحدت حقیقیہ ہے اور کثرت اعتباریہ اور
دوسرے حال میں کثرت حقیقیہ اور وحدت اعتباریہ ہے
اور پہلا حال خارج نہیں کلی ہونیسے اور دوسرا حال
خالی ہے تو جب ہمنے جستجو اور استقرا کیا مراتب ظہور شئی
کو اوسکے مظہروں میں اور اوسکے تعین کو اوسکے بعضے تجلیات
میں تو ہمنے اوسکے مراتب کو پایا دو منزلوں میں
ایک تو اُس منزلت میں جسکو صدور ابداع کہتے ہیں اور دوسرے
اُس منزلت میں جسکو تعین اعتباری کہتے ہیں اور بعد اس
قول کے مختلف ہوئے انکے قول وجود منبسط علی ہیاکل
الموجودات میں تو شیخ صدر الدین قونوی نے اپنی کتاب
مفتاح الغیب کے اول میں کہا ہے انہ صادر من
الذات الالہیۃ اور کہا مولانا عبد الرحمن جامی نے
کہ فرق درمیان ذات الہیہ کے اور صادر اول کے
اعتباری ہے وہ شرح لمعات کی بعد ایراد سوال
و جواب کے اس معنی میں یوں کہا ہے " کہ تحقیق یہی ہے کہ
فیض جمیع ذات مفیض کا ہے مگر بسبب اعتبار نسبت عموم

نسبت
واین از امور اعتباریہ است پس ذات با خود باین
نسبت از امور اعتباریہ باشد فی نفسہا از امور حقیقی
انتہی والحق عندی ہو المذہب الاول کیف وتمائز
الوجودات الخاصۃ فی الاحکام وثبوتہا فی انفسہا
من اجل البدیہیات فالتنزل الذی بہ تحصل الاشیاء من
المنزلۃ الثانیہ لامحالۃ وان کان
اسم التنزل والتعین یشملہ والا لم یکن
بین الافراد وبین نوعہا الا الفرق الاعتباری
المنقطع بالانقطاع الاعتبار وکذلک بین
کل خاص وعام الی ان یرتقی الامر الی
الذات الالہیۃ لا یقال الصوفیۃ
یلتزمون ان الحقایق الامکانیۃ اعتبارات
واضافات لاحقۃ بالوجود لانا نقول
الصوفیۃ یقولون بان النار غیر الماء
وہما غیر الہواء وان الانسان غیر الفرس
وان کان الوجود یشملہا کلہا فلا جرم انہم
ارادوا بالاعتبارات والاضافات معنی لا
یزاحمہم ہذا التغائر الذی یکون منشا
لاختلاف الاحکام وہذا المعنی ہو الذی
الکثرۃ حقیقۃ والوحدۃ اعتباریۃ اذ لا
معنی لحقیقۃ الکثرۃ الا تمائز الاحکام
واختلاف الآثار وتغائر الحقائق التی ہی
الوجودات الخاصۃ لاختلافہا فی الاصل
الوجود وعدم رجوعہا کلہا الی الوجود الواحد
المنبسط علی ہیاکل الموجودات کلا فقولہم

اور انبساط بر حقائق ممکنات اور یہ نسبت امور اعتباریہ
سے ہے پس ذات ما خود ساتھ اس نسبت کو امور اعتباریہ
سے ہوتی ہے فی نفسہا امور حقیقی سے انتہی اور میرے نزدیک
حق وہی پہلا مذہب ہے۔ اور کیونکر نہو کہ وجودات خاصہ فی
الاحکام کے تمائز اور انکا ثبوت اجلی البدیہیات سے ہیں تو
ایسا تنزل جس سے یہ اشیاء حاصل ہوئیں دوسرے منزلہ
سے ہے ضرور اگرچہ نام تنزل کا اور تعین کا اسکو شامل
ہے اور نہیں تو درمیان افراد اور انکی نوع کے فرق اعتباری
ہو جو منقطع ہوجاتا ہے انقطاع اعتباری سے اور اسیطرح
درمیان ہر خاص وعام کے وہاں تک کہ وہ امر ترقی کرے
ذات الہیہ تک یوں نہ کہا جائے صوفیہ التزام
کرتے ہیں کہ حقایق امکانیہ اعتبارات اور
اضافات ہیں لاحق ہوئے وجود کے اسواسطے کہ ہم
کہینگے کہ صوفیہ کہتے ہیں۔ کہ آگ غیر ہے پانی کے،
اور آگ و پانی غیر ہے ہوا کے اور انسان غیر ہے فرس کے
اگرچہ وجود سبکو شامل ہے۔ تو بس ضرور انکی مراد اعتبارات
اور اضافات کے وہ معنی ہیں کہ مزاحم نہیں ایسے
تغائر کے جو منشا ہے اختلاف احکام کا اور یہی
معنے ہیں اسکے کہ کثرت حقیقیہ اور وحدت اعتباریہ
ہے کہ کچھ معنی نہیں حقیقت کثرت کے مگر تمائز
احکام اور اختلاف آثار اور تغائر اُن حقائق کا
جو وجودات خاصہ ہیں اُن کے اختلاف کے،
سبب سے اصل وجود میں اور عدم رجوع سب

کیطرف وجود واحد منبسط علی ہیاکل الموجودات
کہ از روئے کل کے پس اُنکا قول یہ ثبات ہے

هذا اثبات للتنزل والظهور لا اثبات بمنزلة دون
منزلة من منزلة التنزل فالصوفية حيث قالوا
العالم عين الحق ما ارادوا نفی الوجودات الخاصة
الحاصلة من تنزل الوجود الی مراتب شتی بل ارادوا
افادة معنی التنزل والظهور فكما ان للمعقولی
يقول زيد وعمرو واحد يعنی به التماثل
فی النوع لا الاتحاد من كل وجه و
يقول الانسان والفرس واحد يعنی
الاشتراك فی الحيوانية ويقول الشجاع
والاسد واحد يعنی المشابهة فی الشجاعة
فكذلك الصوفية يقولون العالم عين
الحق تعينه كله فی الوجود المنبسط
وقيام الوجود بالحق الاول لا بعداه لا
نفی التمائز بالكلية قال قدس الله سره هر مرتبه از
وجود حكمی دارد گر حفظ مراتب نكنی زنديقی وحيث
قالوا بالتنزل ارادوا معنی يعم للمنزلين
لا يقال هب انك اثبت الحق الاول و
الصادر منه فلا بد ان الوجود والظهور
يشملهما اذ لا يصح ان يقال انه لهما انه
ليس بموجود واذا كان الوجود يشملهما ولا
كذلك انه غير موجود فالكلام جار فی هذا الوجود
ولا بد انه الاول وانه فی مرتبتين جميعًا
لانا نقول هذا الوجود مفروض قد قدره
العقل ولا ثبوت له فی نفس الامر بمنزلة
انياب الاغوال وان فتشت حق التفتيش

واسطے تنزل کے اور ظہور کے نہ اثبات کے ایک منزلہ
کا سوا دوسرے منزلہ کے دونوں منزلتوں تنزل میں سے
اور صوفیہ نے جو کہا ہے العالم عین الحق تو انکی مراد نفی
وجودات خاصہ کی نہیں جو حاصل ہوئے ہے تنزل سے وجود
کے طرف مراتب شتی کی بلکہ انکی مراد افادہ ہی یعنی تنزل اور ظہور
کا تو جیسا معقولی کہتا ہے زید و عمرو واحد ہیں تو انکی مراد
تماثل ہے نوع میں نہ کل وجہ سے اور جیسے کہتا ہے
انسان اور گھوڑا ایک ہے تو انکی مراد اشتراک ہے
حیوانیہ میں اور کہتا ہے کہ بہادر اور شیر ایک
ہے یعنی شجاعت میں اسطرح صوفیہ کہتے ہیں
العالم عین الحق انکی مراد کل کا تعین ہے
وجود منبسط میں اور قیام وجود بس ساتھ حق
کے اول ہے نہ بعد اسکے وہ نہیں کرتے نفی تمائز
کی بالکل ہی۔ کہا ہے اُن میں سے کسی نے ع ہر مرتبہ
از وجود حکمی دارد ✽ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی اور
جہاں اُنہوں نے تنزل کہا ہے وہاں اُنکی مراد
عام ہیں جو شامل ہیں دونوں منزلتوں کو
یوں نہ کہا جائے کہ ہاں ہم نے ثابت کیا حق اول کو
اور صادر کو اس سے تو بس ضرور وجود اور تحقق شامل ہوا
دونوں کو کیونکہ صحیح نہیں ہے یہ کہنا کہ یہ نہیں موجود
اور یوں کہنا کہ وہ غیر موجود ہے، اور جب وجود ہوا دونوں کو
شامل تو کلام جاری ہوئی اس وجود میں اور
ضرور ہوا کہ وہ اول ہے اور وہ دونوں مرتبوں
میں جمعًا اسواسطے کہ ہم کہیں گے کہ یہ وجود
مفروض ہے کہ عقل نے اسکو فرض کر لیا ہے اور اسکو

وجد هذ المسئلة القائلة بالارتباط بين الحادث والقديم
ليس الا المنزلة الثانية المسماة بالتعين الاعتباري
هي التي ترده الفطرة السليمة المجبولة
على التصديق بتحقيق تمائز ما فيهما بينهما و
لا ترد الفطرة مطلق التنزيل الصادق
بالصدور والابداع وبغير ذلك بل
يفطر اليه غير ان هذه الاصول اعني
العقل والنفس والهيولى كل واحد منها
عين الآخر من وجه فالعقل عين النفس
من وجه كما صورنا في استعداد نقوش
الخاتم القائم بالخاتم والنقوش المنطبعة
في الشمعة القائمة بها وكذلك النفس
عين الهيولى من وجه ولنضرب لذلك
مثلا ايضا اذا تصورت في نفسك كليا
اكتنفته الكليات حتى حكم العقل بان
مثله لا يوجد الا في فرد واحد ثم
وجد في الخارج ذلك الجزئي فالفرق بين
النفس والهيولى كالفرق بين الكلي الذي
يحكم العقل بانه منحصر في فرد واحد
وبين الفرد الجزئي وليس للهيولى عندنا
حقيقة الا بروز النفس الكلية في صورة
التعين وهو التعين فهي مع هذا البروز
هيولى فالعارف اذا اراد بيان هذه العينية
لابد ان يستعمل ما يوهم الفرق الاعتباري
وبالجملة فتلك كلمة حق اريد بها الباطل

واسطے کوئی ثبوت حقیقت میں نہیں ہے جیسے اشیاء جنکو تو کہ
اور جو تم تعین ایسی کہ وہ جو حق تعین کا ہے تو یاد رکھو تم اس مسئلہ
کو قابل اس بات کے کہ ارتباط درمیان حادث اور قدیم کے
نہیں ہے مگر مرتبت دوسری جسکا نام تعین اعتباری ہے ایسی کہ اسکو
رد کرتی ہے فطرت سلیمہ جسکی سرشت ہے اوپر تصدیق کے تحقیق تمائز
ما فیہما بینہما کے اور نہیں رد کرتی فطرت مطلق تنزل کو
ایسا تنزل کہ صادق ہے صدور ابداع کا بلکہ بیقرار ہے اسکی
طرف سوا اس بات کے کہ یہ فصول یعنی عقل و نفس و ہیولے
یہ ہر ایک ایکدوسرے کا عین ہے من وجہ پس عقل عین نفس ہے
من وجہ جیسے ہم نے اسکی صورت بتائی ہے استعداد
نقوش خاتم کی جو قائم ہے خاتم کیساتھ اور ان نقوش کی
جو موم پر آئے اور قائم ہیں موم کیساتھ اور اسطرح نفس
ہیولی کا عین ہے من وجہ اور چاہیے ہم بیان
کریں ایک مثال بھی کہ جب تم تصور کرو اپنے نفس
میں ایسی کلی جو جامع ہو کلیات کو یہانتک کہ عقل
حکم کرے کہ اوس کے مثل نہیں پائی جانے کی
مگر فرد واحد میں پھر پائی جاوے وہ خارج میں جزئی
تو فرق درمیان نفس اور ہیولی کے ایسا ہے جیسے اوس
کلی میں جسکا حکم کیا ہے عقل نے کہ وہ فرد واحد میں
ہے منحصر اور درمیان اس جزئی کے اور نہیں ہے
ہمارے نزدیک ہیولی کی حقیقت مگر ظاہر ہونا
نفس کلیہ کا بیچ صورت تشخص اور تعین کے پس
وہ نفس کلیہ ساتھ اس ظہور کے ہیولی ہے
تو عارف جب ارادہ کرے اس عینیت کے بیان کا
ضرور ہے کہ استعمال کرے اسکا جس سے وہم ہوتا ہے

ثم ان الشيخ المجدد قال في المكتوبات الصفات
الثمانية موجودة في الخارج فلا بد انها متميزة
من الذات الواجبة في الخارج ولكل صفة عدم
يقابلها فللعلم عدم يقابله وهو الجهل و
للقدرة عدم يقابله وهو العجز وتلك
العدمات لها تميز في علم الحق فصارت
بذلك التميز مرايا الاسماء و الصفات
ومجالي انوارها فحقائق الممكنات هي
عكوس الاسماء و الصفات المنطبعة
في الاعدام المقابلة لها فاعدامٌ بمنزلة
المادة وتلك الماهيات وعكوس الاسماء
والصفات بمنزلة الصورة الحالة في المادة
فحقائق الممكنات عند الشيخ ابن العربي
تلك الاسماء والصفات متميزة
في العلم وعند الشيخ المجدد انما
انما هي عدمات انعكست فيها انوار
الاسماء والصفات و تلك العدمات
و ذلك الانعكاس انما كانت في العلم لكن
الفاعل المختار جل مجده اذا شاء ان يوجد
ماهية من الماهيات في الخارج جعلها متصفة
بالوجود الظلي فيصير موجودة في الخارج بالوجود
الظلي واختلفت اقواله في العالم فقال مرة
هو موجود في الخارج وجودا ظليا وقال
اخرى هو موجود في الوهم الا ان الله تعالى
اتقنه في تلك المرتبة فصار موهوما

فرق اعتباری ہے۔ اور حاصل کلام وہ کلمہ حق ہے ارادہ
کیا گیا ہے اس سے باطل کا پھر شیخ مجدد نے مکتوبات میں کہا ہے
کہ صفات ثمانیہ موجود ہیں خارج میں تو ضرور وہ متمیزہ
ہوئیں ذات سے اور جب خارج میں اور ہر صفت کے ایک عدم ہے
اسکے مقابل تو علم کیلئے جو عدم مقابل ہے وہ جہل ہے اور قدرت
کے مقابل جو عدم ہے وہ عجز ہے اور ان عدموں کو واسطے تمیز کے
علم حق میں پس ہو گئے ساتھ اس تمیز کے آئینے اسماء
وصفات کے اور انکے انوار کے روشن ہونیکی جگہ
پس حقائق ممکنات وہ ہے عکوس اسماء وصفات کے ہیں
جو منعکس ہوئے ہیں عدموں میں جو انکے مقابل ہیں اور اعدام بمنزلہ
مادہ کے ہیں اور وہ ماہیات اور عکوس اسماء وصفات
بمنزلہ صورت حلول کنندہ کے ہیں مادہ میں تو حقائق
ممکنات شیخ ابن عربی کے نزدیک وہ اسماء وصفات
متمیزہ فی العلم ہے اور شیخ مجدد کے نزدیک
تحقیق وہ عدمات ہیں جن میں منعکس ہوئے
ہیں انوار اسماء وصفات کے اور وہ عدمات اور
وہ انعکاس بیشک تھے بیچ علم کے لیکن
فاعل مختار جل مجدہ نے جب چاہا کہ
کوئی ماہیت ماہیتوں سے پائی جائے خارج
میں اسکو وجود ظلی سے متصف کر دیا پس وہ
ہو جاتی ہے موجود خارج میں وجود ظلی کے
ساتھ اور مختلف ہیں شیخ مجدد کے اقوال بیان
عالم میں کبھی کہا وہ موجود ہے خارج میں ساتھ وجود
ظلی کے اور کبھی کہا وہ موجود ہے وہم میں مگر
اللہ تعالی نے استوار کر دیا ہے اس مرتبہ میں تو وہ

متفقا اقول ان اعلم لفظة حقایق الممکنات
تطلق علی معان احدها الوجودات الخاصة
فللانسان حقیقة وللفرس حقیقة وللحمار
حقیقة وتلک الحقائق امور محققة فی
الخارج وعلی هذ الحقائق الممکنات ما یتعقله
العاقل فی نفسه عند اطلاق هذه الاسماء
لا غیر وعلی هذ الاصل یخرج
قولهم وحقائق الاشیا ثابتة وثانیها
الامور الثابتة التی لیست بموجودة
فی حد ذاتها ولا معدومة فاذا انضمت
بضمیمة هی الوجود صارت موجودا و
الا کانت معدومة والحقائق بهذا
المعنی هی التی یسمیها المعقولی بالماهیات
المعقولی عقل انها امور لیس بموجودة
ولا معدومة ولزمه القول بثبوتها من
یدری اولا یدری ولم یعقل ارتباطها
باول الاوائل وثبوتها بالفیض الاقدس
قبل وجودها بالفیض المقدس وکوشف
الصوفی القائل بوحدة الوجود عن تلک
الحقائق الثابتة وارتباط بعضها ببعض
وتقدم بعضها علی بعض فی المرتبة العقلیة
قبل وجود الخارجی فعرف ان الذات المقدسة
تجلت اولا علی نفسها بان علمت نفسها
وما هو مقتضا نفسها وکمالها اللائقة بها وامکان
تنوع مظاهرها باطوار شتی وعلمها لذلک هو عین

موہوم استوار ہین کہتا ہون کہ لفظ حقایق الممکنات
کا بولا جاتا ہے کئی معنون پر انمین سے ایک وجودات خاصہ
ہین انسان کیواسطے ایک حقیقت ہے اور گدہے کیواسطے
ایک حقیقت ہے اور یہ حقایق امور متحققہ ہین خارج
ہین اور علی ہذ القیاس پس حقایق ممکنات وہ ہے
جسے عاقل جانے فی نفسہ اُن نامون کے بولنے کیوقت
اسکے سوا نہین۔ اور اس اصل پر خارج ہوتا ہے ان کا
قول کہ حقایق الاشیا ثابتہ اور اسکے دوسرے معنی امور
ثابتہ ایسے ہین جو فی حد ذاتہا موجود نہین اور نہ معدوم
ہین کہ جب ملجائین ضمیمہ سے کہ وہ موجود ہے تو موجود
ہوجائین اور نہین تو معدوم ہون اور حقایق
اس معنی سے وہی ہین جنہین معقولی ماہیات
کہتے ہین مگر معقولی کی یہ عقل مین آیا کہ وہ امور موجود
ہین نہ معدوم اور اسکو معدوم لازم ہوگیا قول
ان کے ثبوت کا وہ معلوم کرے یا نہ کرے اور نہین
سمجھا ارتباط اُنکا اول الاوائل سے اور اُن کا
ثبوت فیض اقدس سے پہلے انکے وجود سے فیض
مقدس سے اور اُس صوفی کو کشف ہوا جو
وحدت الوجود کا قائل ہے وہ حقایق ثابتہ
اور انکا ارتباط بعض کا بعض کیساتھ اور
تقدم بعض کا بعض سے مرتبہ عقلیہ مین وجود
خارجی سے پہلے تو اسے پہچان لیا کہ ذات
مقدسہ نے پہلے تجلی اپنے نفس پر کی کہ علم ہوا اپنے
نفس کا اور... جو نفس کے مقتضا ہین انکا اور
جو کمال انکے ساتھ ہین انکا اور اسکے مظہر دیکھی طور

الاقتضاء عند التحقیق ولیس المراد بالعلم،
ارتسام صور الاشیاء فی نفسها ثم کان استعداد
المظاهر الکلیة الفاعلة الظاهرة المقدسة
یسمی بالاسماء وما کان استعداد المظاهر
الجزئیة المنفعلة المنقهرة المطلقة یسمی بعین
الممکنات فحقایق الممکنات علی هذا الاصطلاح
صور معلومة عند الحق الاول المعنی الثالث
یحتاج الی تمهید مقدمة وهی ان احدی
القبیلتین منطبعة علی الاخری فکل ما فی الاسماء
ظهر فی حقایق الممکنات فحقایق الممکنات
وحقایق الاسماء عندهم متقابلات احدی
القبیلتین فی غایة القوة والتمام والاخری
فی غایة الضعف والنقصان والضعف هو عدم بعض ما
فی القوی من قوة ونقصان هو عدم ما فی التام
من تمام مع الاشتراک فی الاصل بوجه من الوجوه
فالامر ههنا اصل الامر ثابت فی احد الطرفین
علی الوجه الاتم متمزج فی طرف الاخر
بالعدم ثم نقول من اراد التعبیر عن اصل
الاسماء وفرعیة الممکنات فی هذه المرتبة فله
عبارتان کلتاهما صحیحة احدهما
ان حقایق الممکنات هی الاسماء والصفات
متمیزة فی مرتبة العلم والثانیة
ان حقایق الممکنات هی عکوس الاسماء والصفات
المنطبعة فی الاعدام المقابلة لها
ولا فرق بین العبارتین الا فرقا

بہت طور زیادہ کیساتھ کا اور علم اُس ذات مقدس کا عین
اقتضا ہے عند التحقیق اور علم سے مراد یہ نہیں کہ ارتسام
صور الاشیاء بنفسہا ہے پھر استعداد مظاہر کلیہ فاعلہ ظاہرہ
مقدسہ کے نام رکھے گئے اسماء اور جو کہ استعداد مظاہر
جزئیہ منفعلہ منقہرہ مطلقہ کے اُسکا نام عین الاعیان رکھا گیا
تو حقایق ممکنات بموجب اس اصطلاح کے ہیں صور
معلومہ عند الحق الاول اور تیسرے معنے حقایق الممکنات
کے محتاج ہیں ایک مقدمہ کی تمہید کے وہ یہ ہے کہ
پہلا فرقہ منطبع دوسرے فرقہ پر ہے تو کچھ کہ بیچ اسماء
کے ہے۔ ظاہر ہوا حقایق الممکنات میں تو حقایق
ممکنات اور حقایق اسماؤں کی ضد اون کے متقابل
ہیں۔ ایک فرقہ نہایت قوی اور پورا ہے اور دوسرا
نہایت ضعیف و ناقص ہے اور ضعف کیا ہے وہ عدم
بعض ما فی القوی کا ہے قوت کی اور نقصان ما فی التام
کا ہے تمام کے باوجود اشتراک فی الاصل کے بوجہ
من الوجوہ تو یہاں پر اصل امر ثابت ہے کہ ایک طرفین
دونوں طرف سے علی وجہ الاتم جو متمزج ہے دوسری
سے ساتھ عدم کے پھر ہم کہتے ہیں جو چاہے کہ بیان کرے
تا اصل اسماء اور فرعیت ممکنات کا اس مرتبہ
میں تو اُس کے واسطے دو عبارتیں ہیں
دونوں صحیح ہیں۔ ایک تو یہ کہ حقایق ممکنات
وہی اسماء ہیں اور صفات متمیزہ علم کے مرتبہ
میں اور دوسری عبارت یہ ہے کہ حقایق ممکنات
عکوس اسماء و صفات منطبعہ ہیں اعدام
کے جو اُن کے مقابل ہیں ہیں تو دونوں

ضعيفا لا يعبا به عند المتفتشين من
حقايق الاشياء على ما هى عليه الرابع
ايضا يحتاج الى مقدمة هى ان
الصوفية يسمون الاولى معشوقا
والثانيه عاشقا والمرتبه العليا الظاهرة
فى الجميع عشقا وهذا اصطلاح صاحب لمعات
ثم ان المعشوق يتدلى الى عاشقه و
يجذبه اليه فيقال للسالك الذى غالب
حاله هذا مجذوبا ومرادا ومحبوبا كما
كان فى قصة ابراهيم جذبة العناية
اليه المراتب الوجوبية من حيث لا
يدرى فاهتدى الذى فطره وتذكر من
حال الافلاك ان به الذى فطره منزه
عن هذه الذمائم وقد يترقى العاشق
الى معشوقه ويسير اليه بالرياضات البدنيه
وتجريد وجه الروح فيقال للسالك الذى
غالب حاله هذا السالكا ومريدا ومحبا وقد
وقد يتدلى العشق والمعشوق ويترقى
العاشق فيجتمعان فى الوسط وهذا السالك ينوبه
بوارق الطرفين فيقال السالك المجذوب
والمحب المحبوب والمريد المراد ومعنى
هذا الكلام ان لله تجليا فى قلب
المتحقق الاكبر وان لهذا التجلى
انبساطا وانشراحا فى حظيرة القدس
وان له عكوسا وبحالى فى الملاء الاعلى

عبارتوں میں کچھ فرق نہیں ہے مگر ضعیف سا جسکو
تفتیش کرنیوالے خاطر میں نہیں لاتے جو حقائق اشیا
علی ما ہی علیہ کی تفتیش کرتے ہیں اور چوتھی معنی بھی
ایک مقدمہ کے محتاج ہیں وہ یہ ہے کہ صوفیہ اول کے
کو معشوق کہتے ہیں اور دوسرے کو عاشق اور مرتبہ علیا
ظاہر فی الجمیع کو عشق اور یہ اصطلاح صاحب لمعات
کی ہے۔ پھر معشوق نے تعلق کیا عاشق کیطرف
اور کھینچا اپنی طرف اسکو تو بولتے ہیں ایسے
جسکا اکثر یہی حال ہے مجذوب اور مراد اور محبوب جیسے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ کشش کی عنایت
نے اُنکی طرف مراتب وجوبیہ کے ایسی جہت سے کہ معلوم
ہوتی پس ہدایت پائی اسکی طرف جسنے پیدا کیا اور یاد کیا
حال افلاک سے کہ وہ منزہ ہیں اور کبھی عاشق ترقی کرتا ہے
اپنے معشوق کیطرف اور سیر کرتا ہے اسکی طرف
بدن اور نفس کی ریاضتوں اور روح کے تجرد سے
پس جس سالک کا یہ حال اکثر ہو وہ سالک اور مرید
اور محب کہلاتا ہے اور کبھی تعلق رکھتا ہے معشوق
اور ترقی کرتا ہے عاشق تو دونوں بیچ میں جمع
ہوجاتے ہیں اور اس سالک کو پیش آتی ہیں دونوں
طرف کی برقیں تو اُسے کہتے ہیں سالک مجذوب
اور محب محبوب اور مرید مراد اور اس کلام کے یہ
معنے ہیں کہ اللہ تعالی کی تجلیات ہیں شخص اکبر
کے قلب میں اور تجلیوں کی انشراح اور انبساط حظیرہ
القدس میں اور اسکے عکس اور چمکنے کے جائے ہے
ملاء اعلی میں تو منطبق ہوتے ہیں اس تجلی پر

فلينظر على هذا التجلى الاسماء التسعة و
التسعون وان لله تعالى ارادة حينا بعد
حين وعلما متجددا وارضا متجددا بحسب هذا
التجلى معها في حيزه هو الذي يسمونه بالعشق
لان النفوس البشرية منجذبة اليه انجذاب
الحديد الى المقناطيس وقد ذكرنا ذلك في صدر
هذه المقالة واليه السير والسلوك وبه الاتصال
الذي يقصده الصوفية وقد يقتضي الاسباب الخفية الى ان
يريد الحق اصطفاء عبده وهو جار في علو النفس
الغير بما اريد به منه فسمي مرادا وقد
يقصده بالرياضات البدنية وتجريد
وجه الروح حتى يظهر الا
تصال الموعود في اصل جبلته
فيسمى مريدا وقد يجمع ذلك
باجتباء من الحق وسعي من نفسه و
يكون له تارات يتقدم سعيه في بعضها و
تغلبه قسر من الجذب في البعض الآخر ويحس ذلك
في حالة واحدة من جهتين فيكون جامعا
لمرتبتين اماما في الشربين فيقول قد
يكون الغالب عليه بعض وجوه هذا التجلى
ويكون مجذوبا من ذلك الوجه فيقال
تحقق باسم كذا وكذا ويقال ربه من
بين الاسماء اسم كذا وكذا وبالجملة
قد يفهم العارف اصل استعداده في
الاعيان الثابتة والاسم الذي يجذده

ہو ونہ نام اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے حینا بعد
حینا یعنی ایک وقت بعد ایک وقت کے اور علم ہے
متجدد اور رضا ہے متجدد موافق اس تجلی کے بیچ
تجلی باوجود اپنے ٹھکانے میں ہو یعنی وہی ہے جسکا نام عشق
ہے۔ اسواسطے کہ نفوس بشریہ اسکی طرف اسطرح کھنچے
ہیں جیسے لوہا مقناطیس کیطرف اور ہم ذکر کر چکے ہیں اس
مقالے کے شروع میں اور اسکی طرف سیر سلوک ہے
اور اسی سے اتصال ہے جسکا صوفیہ قصد کرتے ہیں اور کبھی
مقتضی ہوتے ہیں اسباب خفیہ کہ حق ارادہ کرتا ہے کسی بندے کے
برگزیدہ کرنیکا۔ اور یہ بات جاری ہے اسکے نہایت نفس میں اور
یہ اسے خبر نہیں کہ کیا ارادہ کیا جاوے اس سالک کو
مراد کہتے ہیں اور کبھی وہ اسکا قصد کرتا ہے ریاضت بدنی اور وجہ
روح کے تجرد سے یہانتک کہ ظاہر ہو وہ اتصال جو مانت
ہے اسکی سرشت میں تو اس سالک کو مرید کہتے ہیں اور کبھی وہ
معلوم کرتا ہے اللہ کیطرف سے برگزیدگی اور کوشش کرتا ہے اپنے
نفس سے اور اسکے واسطے کبھی اسکی کوشش تقدم کرتی
ہے بعضے میں اور کبھی اسپر غالب ہوتی ہے کشش غیب کے
بعضے میں اور وہ محسوس کرتا ہے اسکو حالت واحد میں
دونوں جہتوں سے تو وہ دونوں مرتبوں کا جامع ہوتا ہے
اور پیشوا ہوتا ہے دونوں مشربوں کا پس غالب ہے اسپر کبھی
بعض وجوہ اس تجلی کی اور ہوتا ہے مجذوب۔ اسوجہ سے تو کہا
جاتا ہے کہ یہ اس اسم سے متحقق ہوا اور کہا جاتا ہے اللہ کے
اسماء سے وہ اسم اسکی تربیت کرتا ہے الحاصل کبھی سمجھتا عارف
اپنی اصل استعداد اعیان ثابتہ میں اور اس اسم
کو جو اسکے مقابل ہے اسماء میں سے تو نسبت کیا

من بين الاسماء فينسب اليه فيقال حقيقة
تعين اسم الرحمن واسم الله الى غير ذلك
والشيخ المجدد متعرض بهذا القول في كثير من مكاتيبه
وبالجملة فالقول بان حقايق الممكنات عكوس
الاسماء المنطبعة في الاعدام المقابلة لها ليس مخالفا
لكلام الشيخ ابن العربي واتباعه وكم لهم من
تصريح اوتلويح بهذا المعنى وقد اومانا الى،
وجه المسئلة فلا حاجة الى نقل كلامهم للاطناب
بسرد تصريحاتهم وتلويحاتهم والقول بان حقائق
الممكنات هي الاسماء بمعنى ان الاسماء المتصلة
في الوجود لها ظل في الطرف المقابل
يسمى باعيان الممكنات او بمعنى ان المضاف
له من الاسماء وهو حقيقة التي يرجع
اليها ليس مخالفا لكلام الشيخ المجدد ولو
شئنا لاقمنا براهين كثيرة من كلامه
فمحمل كلام الشيخ المجدد انه وجد بعضا
من مقالات الشيخ ابن العربي واتباعه
فحمله على ما يخالف وجدانه وتلك فلتة
علمية لا امرئة كشفية والفلتات لا يخلوا
منها العلماء ولا يضر علو مقامهم ان يوجد
في بعض كلامهم قليلا فلتة ما وقوله تمايز
الصفات الثمانية لا يسلمه الصوفية بل هي
عين الذات عندهم بمعنى ان الذات تكفي كفايتها وليس عند
المتكلمين دليل يدل على ذلك لا نقلي ولا عقلي اما الاول
فلان نعم ما في الباب ان هنا حقيقة يصح اطلاق

جاتا ہے اسکی طرف تو کہا جاتا ہے کہ اسکی حقیقت میں
تعین اسم رحمان ہے یا اسم اللہ وغیرہ ہے اور شیخ مجدد کو طر
ہے اس قول سے اُن کے اکثر مکتوبوں میں الغرض یہ
قول کہ حقائق ممکنات عکس ہیں اُن اسما کے جو منطبع ہیں
اُن اعدام میں جو انکے مقابل ہیں یہ قول مخالف نہیں
شیخ ابن العربی اور انکے اتباع کے کلام کے اور کتنی
ہیں تصریحیں یا اشارے اس معنی میں اور ہم اشارہ کر
چکے ہیں وجہ مسئلہ کیطرف یہاں کچھ حاجت نہیں انکے
نقل کلام اور طول دینا انکی تصریحات اور اشارات کی بیان کرنے
اور یہ قول کہ حقائق ممکنات وہی اسما ہیں ساتھ اس معنی
کے ہے کہ اسماء متصلہ فی الوجود کا ظل ہے انکے مقابل
کیطرف اسکا نام اعیان ممکنات ہے یا ساتھ اس معنی کے ہے
کہ عارف کا تربیت کرنیوالا ہے اسمائیں اور وہی اسکی
حقیقت ہے جسکی طرف رجوع ہے یہ نہیں مخالف ہے
شیخ مجدد کے کلام کے اور جو ہم چاہیں تو بہت دلیلیں قائم
کردیں اُنہیں کے کلام سے انکی کلام پر پس شیخ مجدد کے کلام کا
محمل یہ ہے کہ شیخ مجدد نے شیخ ابن العربی اور انکے اتباع کے بعضے
مقالات کو پایا انکے وجدان کے مخالف اور یہ ایک فلتہ علمیہ ہے
کہ نہیں ہے امر کشفیہ اور ایسی فلتوں سے علماء خالی نہیں اور انکی بلندی
مقام کو انکی کچھ ضرر نہیں جو انکے بعضے کلام میں کوئی بہت کم
فلتہ پایا جاوے اور انکا قول ہے کہ تمایز صفات ثمانیہ نہیں تسلیم کرتی
صوفیہ بلکہ انکے نزدیک عین ذات ہے وہ صفات ساتھ اس معنی کے
کے ہے کہ ذات انکی کفایت کو کافی ہے اور متکلمین کے پاس کوئی
دلیل نہیں نہ نقلی نہ عقلی اول تو یوں کہ غایۃ ما فی الباب
یہ ہے کہ وہاں ایسی حقیقت ہے کہ صحیح ہے اطلاق سمیع و علیم

السميع والعليم ونحوها عندنا ولغة فما ذلك
صفات متمائزة فكلا ومن انصف من نفسه
عقل ان الناس اذا استعملوا افعال الصفات
واسمائها لا يلتفتون الى تمائز الصفات و
كونها زائدة على الذات اصلا لكنهم
يلتفتون الى صدور الآثار لا غير فان
من رأى شيئا يتحرك ويمشي ويحس يسميه
حيا بسبب هذه الآثار ولا يلتفت على ان
الحيوة صفة زائدة او هو ذاتي الحيوان
الى غير ذلك من التدقيقات الفلسفية
واما الثاني فلان العقل ما شهد
الا بكونه بحيث يصدر منه هذه
الآثار واما ان ذلك منحصر في زيادة
الصفات فكلا بل من انصف من نفسه عقل
ان كون الصفات بمنزلة الاعراض
في محلها القائمة بموصوفاتها هو عظم
التشبيه فان قال قائل هذا مذهب اهل السنة
فيجب قبوله قلنا اهل السنة عندنا اهل القرون
المشهود لها بالخير وما روي عن احد منهم
انه تكلم في الصفات هل هي زائدة او
لا وعلى تقدير زيادتها هل هي امور انتزاعية
او خارجية واما هذه الفرقة من المتأخرين
التي تدعي لنفسها انها اهل السنة فعلى
تقدير ان لا يكون قولهم هذا بدعة
في الدين واختراعا لم ينقله احد من السلف

وغیرہ کا عرفا ولغتا مگر یہ کہ وہاں صفات متمائزہ
ہیں تو ہرگز نہیں اور جو انصاف کرے اپنے دل میں تو جان لے
کہ لوگ افعال صفات و اسماء کو مستعمل کرتے ہیں تو وہ
تمائز صفات کیطرف نہیں التفات کرتے اور نہ
صفات کے زائد ہونے پر ذات سے ہرگز لیکن لوگ
التفات کرتے ہیں صدور آثار کیطرف اور اسکے
سوا نہیں کیونکہ جب کوئی دیکھے کسی شی کو کہ حرکت
کرتی ہے اور چلتی ہے۔ اور حس کرتی ہے تو اسے کہتا ہے زندہ
بسبب ان آثار کے اور نہیں التفات کرتا کہ زندگی صفت
اور زائد ہے ذات پر یا وہ ذاتی ہے واسطے حیوان کے
اسطرف اسکے سوا جو تدقیقات فلسفیہ ہیں انکی طرف
التفات نہیں کرتے اور دوسرے یوں ہی کہ بیشک عقل گواہ
نہیں ہی مگر اسکے ہونیپر ایسی حیثیت پر کہ یہ آثار اسسے صادر
ہوتے ہیں اور یہ کہ یہ منحصر ہیں صفات کے زائد ہونے میں تو ہرگز
نہیں بلکہ جو منصف ہو جان لے اپنے دل میں کہ ہونا صفات کا
بمنزلہ اعراض کے ہے اپنے محل میں جو قائم ہیں موصوفات پر
وہ بڑی تشبیہ ہے اور جو کوئی یوں کہے کہ یہ مذہب اہل سنت ہے
اسکا قبول کرنا واجب ہے تو ہم کہتے ہیں اہل سنت ہمارے
نزدیک وہ اہل قرون مشہود لہا بالخیر ہیں اور نہیں کسی
نے نہیں روایت کیا کہ صفات زائدہ ہیں یا نہیں اور بر
تقدیر صفات کے زائد ہونیکے کیا وہ امور انتزاعیہ ہیں
یا خارجیہ ہیں اور یہ فرقہ متاخرین جو دعوی اہل سنت
ہونیکا کرتے ہیں بر تقدیر نہ ہونے انکے اس قول کے
بدعة في الدين ہے اور اختراع ہے اسکا جسکو کسی سلف
نے کہا فہم رجال ہم رجال یعنی یہ بھی آدمی وہ بھی

فهنٔ رجال هم رجال کذلک اختلاف اقواله
فی ان العالم موجود خارجی بوجود ظلی او موهوم
متیقن اختلاف قلیل الجدوی اذ المقصود
ان الوجودات الخاصة متحققة بحیث یصدر
منه آثارها سواء سمی هذا التحقیق وجودا
خارجیا او وجودا وهمیا متیقنا وان سالتنی
عن الحق الصراح قلت ان الذات الالهیة من حیث
هی هی اجل من ان تکون فی الخارج او فی الاعیان
اذ الخارج اسم للنفس الرحمانی وفی الاعیان کنایة عنه
نعم الحق تجلی عظیم هو فی الخارج ویوصف الحق
بانه فی الخارج او فی العماء بشرط هذا التجلی
وان سالتنی عن هذه الاقوال کلها ما انکرت
علیها الا من جهة التعبیر او من جهة ذکر
شی فی غیر محله والافقل یشیر صاحب کشف
الی ما لیس له حقیقة اصلا فالقول بالصفات
الثمانیة له وجه وجیه وهو ان اثر النفس
الرحمانی الممتثل فیه الذکر والتجلی الاعظم
سمی عند الاشاعرة بالصفات ولذلک قالوا
بصدورها بالایجاب وقدمها زمانا غیر
انهم سموا شیئا واحدا باسماء شتی باختلاف
الجهات والاعتبارات وکم من اختلاف فی
الجهات یلتوی فی صدر الناس حتی یظنونه
من باب اختلاف الحقایق کالبیاض والابیض
هما واحد فی الحقیقة الا ان البیاض
اسم له من حیث انه ماخوذ بشرط لا وان

وہ بھی آدمی ہین اور اسیطرح انکا اختلاف اقوال مین شیخ
مجدد کے کہ عالم موجود خارجی ہے وجود ظلی ہے یا موہوم
متحقق ہے اختلاف قلیل النفع ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ وجود
خاصہ متحقق ہین اس حیثیت سے کہ صادر ہوتے ہین انسے آثار انکے
برابر ہے کہ نام رکھا جائے۔ اس تحقق کا وجود خارجی یا وجود وہمی
استوار اور جو تم مجھسے پوچھو صریح حق تو مین کہتا ہون،
ذات الہیہ من حیث ہی ہی اس سے بہت بزرگ و برتر
ہے کہ خارج مین ہو یا اعیان مین ہو اسلیئے کہ خارج
نام ہے نفس رحمانی کا۔ اور اعیان مین کنایہ ہے اس سے
ہان مگر حق کی ایک تجلی عظیم ہے وہ خارج مین ہے اور وصف
کیا جاتا ہے اس سے یہ کہ حق خارج مین ہے یا عما مین ہے بشرط
اس تجلی کے اور جو تم مجھسے پوچھو ان کل اقوال سے تو
مجھے انکار نہین انکا مگر جہت عبارت سے یا اس جہت سے کہ ذکر
شی کا اسکے محال مین نہین اور نہین تو جو صاحب کشف اشارہ
کرے اس چیز کیطرف جسکی کچھ حقیقت ہی نہین تو قول،
صفات ثمانیہ کیواسطے ایک اچھی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ اول
نفس رحمانی جسمین متمثل ہے ذکر اور تجلی اعظم اسکا نام اشاعرہ
کی نزدیک صفات ہے اور اسیواسطے انہون نے اسکا
صدور واجب کہا ہے اور قدیم کہا ہے زمانہ کی رو سے
سوا اسکے نہیں کہ انھون نے ایک شی کے بہت نام
رکھدیے بسبب اختلاف جہتون اور اعتبارات کے اور کتنے
ہی اختلاف جہات کے ملتوی ہوتے ہین لوگونکے سینہ
مین یہان تک کہ وہ گمان کرتے ہین اس اختلاف کو
حقایق کا اختلاف جیسے بیاض اور ابیض کہ حقیقت مین
ایک ہین مگر اتنا ہے کہ بیاض ایک اسم ہے اسکا اس حیثیت

الابیض اسم له من حیث انه ماخوذ
بشرط الشیٔ وان فکذلک سمو حیوة من حیث انه صفة
یتبع العلم بنفسه وبحقائق الممکنات وعلما
من حیث انه تمثل فیه حقایق الاشیاء
وقبل تکونها فی الخارج وقدرة
من حیث انه ینبجس منها خلق الخلائق
وارادة من حیث ان التجلی الاعظم ینبعث
منه تخصص احد المتساویین وکلاما
من حیث انه ینزل منه الوحی علی
قلوب الانبیاء والملائکة وسمعا و
بصرا من حیث انه مبدء الانکشاف
للمبصرات والمسموعات وکذلک
کلام مولنا عبد الرحمن الجامی عندی
مسلم فان مقصوده نفی تاصل
الحقایق بحیالها وانها اعتبارات واضافات
لوجود الحق بمعنی ان الوجود ظهر فیها
وتعین بها لا بمعنی الفرق الاعتباری
واذ قد اکملنا الجواب فلنختم الرسالة
والحمد لله تعالی اولا واخرا وظاهرا
وباطنا وصلی الله تعالی
علی خیر خلقه محمد
وآله واصحابه
اجمعین
آمین

ہی کہ ماخوذ ہی بشرط لا - اور ابیض کا نام ہے ماخوذ بشرط شی ہے
تو اسطرح اُنھوں نے نام رکھے ہاں حیات اس حیثیت ہی کہ وہ
ایسی حیثیت ہی کہ اسکو تابع ہی علم بنفسہ وحقایق ممکنات
اور علم اس حیثیت ہی کہ اسمین ممثل ہی حقایق اشیاء
قبل تکون فی الخارج کے اور قدرت اور خلق ہی اس
حیثیت کہ اس ہی جاری ہوی ہی پیدائش خلقت کے
اور ارادہ ہی اس حیثیت ہی کہ تجلی اعظم سے اُسکے
تخصص احد المتساوین ہے اور کلام ہی اس حیثیت ہی
کہ اُس ہی نازل ہوئی وحی انبیا کے قلوب پر اور
او ملائکہ کے اور سمع اور بصر ہی اس حیثیت سے کہ
مبدا انکشاف ہی مسموعات اور مبصرات کا اور
اسیطرح کلام مولانا عبد الرحمن جامی کا میرے
نزدیک مسلم ہی کیونکہ اُن کا مقصود نفی ہے اصل
ہونا حقایق کا اسکے مقابل کہ وہ اعتبارات اور
اضافات ہین نہ وجود حق کا اس معنی کا کہ وجود
ظاہر ہوا اُن مین اور متعین ہوا ساتھ اُن کے
نہ اس معنی ہی کہ فرق اعتباری ہی اور جب ہم نے
کامل کر دیا جواب تو چاہیے کہ ہم ختم کرین اس خط
کو الحمد للہ تعالی اولا وآخرا وظاہرا وباطنا
وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد
والہ واصحابہ اجمعین برحمتک
یا ارحم الراحمین
آمین آمین
آمین

تمت

(کتبہ فقیر عطا محمد حصاری فی الحال دہلی عند مولوی عبد الرب المرحوم)

سواء السبیل کلیمی عربی مع ترجمہ اردو

جدامجد ولی نعمت حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف و سلوک میں معرکۃ الآرا تصنیف جو دو سو برس سے پردہ اخفا میں تھی جس میں اللہ جل شانہ کی ذات و صفات پر مکمل اور جامع بحث متقدمین علمائے کرام مثلاً حجۃ الاسلام امام غزالی و حضرت مولانا فخر الدین رازی اور دیگر اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور پھر اپنی رائے معترضین کے فرضی اعتراضات قائم کرکے اس کے معقول اور کافی جواب۔ اور اسی بحث پر صنفیہ صوفیہ اشاعرہ اور معتزلہ کے عقائد اور اختلافات غرض حضرت کا نام ہی اس کتاب کے بے نظیر ہونے کی کافی ضمانت ہے کتاب کے مضامین کی مختصر فہرست ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر ارسال ہوگی۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس پایہ کی کتاب ہے عموماً ہر مسلمان اور خصوصاً متوسلین سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے لیے۔ اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ ساتھ ہی یہ خوبی کہ سونے پر سہاگہ ہے کہ عربی زبان سے تھوڑی بھی دلچسپی رکھنے والے شوقین بالمقابل اردو ترجمہ سے اپنی لیاقت بڑھانا چاہیں تو اُن کے لیے گھر کا مرشد ہونے کے علاوہ گھر کا اتالیق بھی ہے۔ کیونکہ عربی آسان ہے۔ باوجود اسقدر خوبیوں کے ہدیہ ایک روپیہ جلدی منگائیے ممکن ہے کہ پہلا اڈیشن ختم ہو جائے اور دوسرے اڈیشن کے لیے ناگوار انتظار کرنا پڑے ✤

فیوض الحرمین

معہ ترجمہ اردو سعادت کونین۔ جدامجد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیش بہا تصنیف جس میں شاہ صاحب ممدوح نے بموقع حج مبارک علاوہ واقعات حرمین محترمین کے مسئلہ وحدۃ الوجود و تقلید اہل فقہ و اہل حدیث و تصوف و میلاد شریف اور دیگر اختلافی مسائل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس و مطہر سے حل فرما کر تفصیل کیا تھا اس رسالہ میں درج کیا ہے ہدیہ اس گوہر بے بہا کا بارہ آنہ جلدی طلب کیجیے کہ قریب الختم ہے ✤

تفہیمات الٰہیہ

جزاول انہی شاہ صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف جو جمیع علوم پر حاوی ہے۔ اکثر بڑے مصنفین نے اپنی تصانیف میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے کتاب کیا ہے گویا تصوف الٰہیات حقائق و معارف کا دریا لہریں لے رہا ہے نماز و روزہ اور جمیع احکام اسلام کا فلسفانہ توجیہ اس شان سے کی ہے جو دلچسپی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کتاب کا زیادہ حصہ عربی اور کچھ فارسی ہے قیمت چھ آنہ ✤

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

معہ ترجمہ اردو حضرت شاہ صاحب ممدوح کی علم سلوک میں لاجواب تصنیف جو دہ خانوادوں کے اذکار و اشتغال توجہ و مراقبہ اور معمولات کے تفصیلی حالات ہر ایک گروہ کے علیحدہ علیحدہ درج ہیں جو فرقہ جہاں مشہور ہے اس کی تشریح اور صحت الفاظی اور اپنے سلسلوں کا ارتباط جتنے طریقوں سے ایک ہو بیچ میں بیان کیا ہے غرض قابل قدر اور لائق دید کتاب ہے قیمت ایک روپیہ ✤

المشتہر

سید عبد الغنی جعفری سجادہ نشین کلیمی درمیان جامع مسجد و لال قلعہ دہلی